آقا کی محبت میں جو نکلے میرے الفاظ
موتی ہیں یگانے، گفتار کی کرنیں

گفتار کی کرنیں

نوجوان سکالر محمد ہارون شاہ ہاشمی
ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، درسِ نظامی

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

Marfat.com

آقا کی محبّت میں جو نکلے میرے الفاظ
موتی ہیں یگانے، گفتار کی کرنیں

گفتار کی کرنیں

ھاشمی کے فکر انگیز رشحاتِ قلم

نوجوان سکالر محمدؐ ہارون شاہ ہاشمی
ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، درسِ نظامی

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز
۱۱۔ داتا گنج بخش روڈ۔ لاہور

Marfat.com

تزئین واہتمام

سیّد شجاعت رسول شاہ قادری

جملہ حقوق محفوظ ہیں

98131

نام کتاب	--------	گفتار کی کرنیں
مصنّف	--------	محمد ہارون شاہ ہاشمی
تعداد صفحات	--------	۲۲۴
تاریخ اشاعت	------	ذیقعد ۱۴۲۴ھ جنوری ۲۰۰۴ء
تعداد	--------	1100
مطبع	--------	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	--------	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور
قیمت	--------	-/105 روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ-A فیصل آباد فون: 626046

Marfat.com

گفتار کی کرنیں

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۵	انتساب
۱۶	بوالعجبی
۱۷	حمد باری تعالی
۱۸	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
۱۹	سوئے منزل
۱۶	تقاریظ
۲۴	نور و نار
۲۷	پہلی کرن الھکم الہ واحد
۲۸	تحقیق لفظ الہ
۲۸	''الہ'' کون ہے؟
۲۹	بت الہ نہیں ہو سکتے
۲۹	الہ یا اللہ کی چند قرآنی بیان کردہ صفات
۲۹	۱۔ وہ قائم بالذات اور مالک
۲۹	۲۔ اس کے ساتھ کوئی الہ شریک نہیں
۲۹	۳۔ اللہ کے سوا کوئی خالق و مالک نہیں
۳۰	۴۔ اللہ کے مقابل کوئی نہیں
۳۰	۵۔ ام اتخذوا من دون اللہ
۳۱	۶۔ اللہ کے مقابل کوئی مختار نہیں
۳۰	۷۔ نفع و نقصان کا مالک فقط اللہ ہے
۳۱	۸۔ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے
۳۱	۹۔ اللہ عالم الغیب ہے

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
۱۰۔ اللہ ہی حساب لینے والا ہے	۳۱
توحید	۳۱
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۳۲
حقوق توحید	۳۲
۱۔ اللہ اپنی ذات وصفات میں واحد ہے	۳۲
۲۔ عبادت صرف اللہ کا حق ہے	۳۳
۳۔ عالم الغیب فقط اللہ ہے	۳۴
۴۔ دعا فقط اللہ سے کی جائے	۳۴
۵۔ اللہ ہی کو قادر مطلق مانا جائے	۳۵
۶۔ اللہ کے اسمائے خاص میں کسی کو شریک نہ کیا جائے	۳۵
دوسری کرن **النبی الامّی**	۳۷
النبی الامّی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۸
۱۔ لفظ امّی کا عام معنی	۳۸
۲۔ قطرب کی رائے	۳۸
۳۔ فرّا کا قول	۳۸
۴۔ فلسفہ حقیقت ومجاز	۳۹
۵۔ آدم علیہ السلام شاگرد خدا	۴۱
۶۔ لفظ امّی کے مفاہیم	۴۴
تیسری کرن **ما انا بقاری**	۴۷
ما انا بقاری	۴۸
جبرائیل کے بھینچنے میں حکمت	۵۳

Marfat.com

صفحہ نمبر	عنوانات

چوتھی کرن
قل انما انا بشر

عنوانات	صفحہ نمبر
چوتھی کرن قل انما انا بشر	۵۷
قل انما انا بشر مثلکم	۵۸
بشر کی تعریف	۵۸
بشریت انبیاء اور کفار کا رویہ	۵۸
کیا مثلیت سے حقیقت ایک ہو جاتی ہے؟	۶۰
خیر البشر کے اوصاف کا کچھ تذکرہ	۶۱
۱۔ سر اور بال مبارک	۶۱
۲۔ چہرہ اقدس	۶۱
۳۔ ردائے اطہر	۶۲
۴۔ رنگ مبارک	۶۲
۵۔ پیشانی مبارک	۶۲
۶۔ بھنویں مبارک	۶۲
۷۔ آنکھیں مبارک	۶۲
۸۔ ناک مبارک	۶۳
۹۔ دہن مبارک	۶۳
۱۰۔ دانت مبارک	۶۳
۱۱۔ ہونٹ مبارک	۶۳
۱۲۔ ریش مبارک	۶۳
۱۳۔ مونچھیں مبارک	۶۳
۱۴۔ کان مبارک	۶۴
۱۵۔ گردن مبارک	۶۴
۱۶۔ سینہ مبارک	۶۴
۱۷۔ شکم مبارک	۶۴
۱۸۔ بغلیں مبارک	۶۴

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
۱۹۔ پشت مبارک	۶۴
۲۰۔ مہر نبوت	۶۵
۲۱۔ قد مبارک	۶۵
۲۲۔ سایہ مبارک	۶۶
۲۳۔ رفتار مبارک	۶۶
۲۴۔ پسینہ مبارک	۶۶
۲۵۔ فضلات مبارک	۶۶
پانچویں کرن انما انا قاسم	۶۹
انما انا قاسم	۷۱
تقسیم کرنے والا	۷۲
چھٹی کرن قدجاءکم من اللہ نور	۷۵
قدجائکم من اللہ نور	۷۶
مختلف مفسرین کا نکتہ نظر	۷۶
۱۔ نصر بن محمد سمرقندی	۷۶
۲۔ امام فخر الدین رازی	۷۶
۳۔ محمد نعیم الدین مراد آبادی	۷۷
۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القادری	۷۷
۵۔ علامہ سیّد محمود آلوسی	۷۷
۶۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری	۷۸
مخلوق کے نور ہونے پر چند قرانی دلائل	۷۹
۱۔ نورانیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی دلائل	۷۹
ایک اعتراض اور جواب	۷۹
۲۔ نورانیت و بشریت کے جمع ہونے کی قرانی مثال	۷۹

Marfat.com

صفحہ نمبر	عنوانات
۸۱	۳۔ مٹی اور نور کے جمع ہونے کی مثال
۸۲	۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراجِ منیر ہیں
۸۳	۵۔ اللہ کے نور کی مثال
۸۴	نورانیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث سے دلائل
۸۴	۱۔ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۸۷	۲۔ مطالع المسرات کی حدیث
۸۸	۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت
۸۸	۴۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا فرمان
۸۸	۵۔ حضرت شفا رضی اللہ عنہا کا فرمان
۸۹	۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت
۸۹	۷۔ حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ کا بیان
۸۹	۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت
۸۹	۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت
۹۰	۱۰۔ ذکوان کی روایت
۹۰	۱۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان
۹۰	۱۲۔ حضرت ربیع بن معوذ کا فرمان
۹۰	۱۳۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک کا فرمان
۹۰	اسلاف کے اقوال
۹۱	۱۔ ملا علی قاری کا قول
۹۱	۲۔ عبدالحق محدث دہلوی کا قول
۹۱	۳۔ امام فخر الدین رازی کا قول
۹۱	۴۔ علامہ فاسی کا قول
۹۱	۵۔ علامہ یوسف نبہانی کا قول
۹۱	نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آخری گزارش

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
ساتویں کرن السلام علیک ایھا النبی ﷺ	۹۳
السلام علیک ایھا النبی صلی اللہ علیہ و سلم	۹۴
آٹھویں کرن صلوا علیہ و سلموا تسلیما	۹۷
صلوا علیہ و سلموا تسلیما	۹۸
۱۔ دیندار کی نشانی درود	۹۸
۲۔ آپ سلام کا جواب دیتے ہیں	۹۸
۳۔ قربتِ محمدی کا ذریعہ	۹۹
۴۔ امت کا سلام آپ تک پہنچتا ہے	۹۹
۵۔ نیکیوں کے حصول کا ذریعہ	۹۹
۶۔ آداب مسجد	۹۹
۷۔ قبولیت دعا کا سبب	۱۰۰
۸۔ درود و سلام کا اعزاز	۱۰۰
۹۔ کثرت درود وجہ بخشش	۱۰۱
۱۰۔ جنت کا راستہ	۱۰۱
۱۱۔ بیماریوں کا علاج	۱۰۱
۱۲۔ آپ ﷺ درود سنتے ہیں	۱۰۱
۱۳۔ آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں	۱۰۲
۱۴۔ حجرہ شریف سے آپ ﷺ کا جوابِ سلام	۱۰۲
۱۵۔ دلوں کی صفائی کا ذریعہ	۱۰۲

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
نویں کرن **لاتقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ**	۱۰۳
لاتقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ	۱۰۴
۱۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۵
۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۶
۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۶
۴۔ کھیل میں آداب رسالت کی مثال	۱۰۷
۵۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۷
۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ادب کی اعلیٰ مثال	۱۰۸
۷۔ بستر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب	۱۰۸
دسویں کرن **وعلمك مالم تكن تعلم**	۱۰۹
وعلمك مالم تكن تعلم	۱۱۰
۱۔ علم غیب کا معنی و مفہوم	۱۱۰
۲۔ علم غیب کی اقسام	۱۱۱
۳۔ علم غیب ذاتی اور علم غیب عطائی میں فرق	۱۱۱
۴۔ علم غیب کی تقسیم کیوں کی گئی؟	۱۱۲
۵۔ کیا علم غیب مخلوق کے لئے ممکن ہے؟	۱۱۲
۶۔ حضرت خضر علیہ السلام اور علم غیب	۱۱۳
حضرت خضر علیہ السلام کا سوال	۱۱۵
۱۔ کشتی پر سواری کے معاملے کی حقیقت	۱۱۵
لڑکے کا قتل	۱۱۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور علم غیب	۱۱۸
علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱۸

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
گیارھویں کرن — لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ	۱۲۳
انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۴
۱۔ طاقت	۱۲۴
۱۔ جسمانی طاقت	۱۲۵
۲۔ روحانی طاقت	۱۲۵
۲۔ حسن سرکار	۱۲۶
۳۔ سرورکائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت ومقام رفعت	۱۳۱
۴۔ شخصی رعب اور دبدبہ	۱۳۴
۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نزاکت ولطافت	۱۳۵
۶۔ بصارت مصطفوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم	۱۳۶
۷۔ عجز وانکساری	۱۳۷
۸۔ اعلیٰ اخلاق کے پیکر	۱۳۹
۹۔ مظہر عفو وکرم	۱۴۰
بارھویں کرن — ربنا وابعث فیھم رسولا	۱۴۳
دعائے خلیل علیہ السلام	۱۴۴
۱۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مختصر تعارف	۱۴۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	۱۴۵
دعائے خلیل علیہ السلام اور لفظ وابعث	۱۴۷
۱۔ مومن مشرک سے بہتر ہے	۱۴۹
۲۔ مشرک نجس ہیں	۱۴۹
۳۔ اللہ کے انعام یافتہ بندے	۱۵۰
۴۔ کفار کی قبروں پر جانا جائز نہیں	۱۵۰
۵۔ والدین کے لئے طلب رحمت	۱۵۰

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
تیرھویں کرن یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا	۱۵۱
نکتہ فیض محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم	۱۵۲
چودھویں کرن کنتم خیر امۃ	۱۵۷
کنتم خیر امۃ	۱۵۸
۱۔ جنت کے سردار امت محمدی سے ہوں گے	۱۵۹
۲۔ امت محمدی کا کافی تعداد میں بغیر حساب جنت میں جانا	۱۶۰
۳۔ امت محمدی کا پہلی اور آخری امت ہونا	۱۶۰
۴۔ امت محمدی میں کثرت شفاعت کا ہونا	۱۶۱
۵۔ امت محمدی تمام جنت میں جائے گی	۱۶۲
۶۔ امت محمدی کے لئے تھوڑے عمل پر زیادہ ثواب	۱۶۴
۷۔ امت محمدی کے لئے چمک کا ہونا	۱۶۴
۸۔ امت محمدی کے فدیہ میں دوسری امتوں کے لوگوں کا دیا جانا	۱۶۵
۹۔ امت محمدی کا جنت میں سب سے پہلے داخل ہونا	۱۶۶
۱۰۔ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم غم امت	۱۶۷
پندرھویں کرن وجود محمدی اور سائنس	۱۶۹
وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور سائنس	۱۷۰
سولہویں کرن والنجم اذا ھوی	۱۷۳
نکتہ معراج	۱۷۴
۱۔ معراج شان بشریت	۱۷۵

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
۲۔ معراج شان نبوت	۱۷۵
۳۔ معراج شان ملکیت (نورانیت)	۱۷۶
۴۔ معراج شان حقیقت	۱۷۶
ستر ھویں کرن انا خیر منه	۱۷۷
انا خیر منه	۱۷۸
اٹھارھویں کرن والذین معه	۱۸۳
والذین معه	۱۸۴
۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کی حریص	۱۸۶
۲۔ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا فرمان	۱۸۶
۳۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا فرمان	۱۸۶
۴۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا فرمان	۱۸۷
۵۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن رباح کا فرمان	۱۸۷
۶۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	۱۸۷
۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	۱۸۸
۸۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی محبت رسول کا حال	۱۸۸
۹۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال	۱۸۹
۱۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال	۱۹۱
۱۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال	۱۹۲
۱۲۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال	۱۹۴
۱۳۔ محبت و وفا کے عجیب پیکر	۱۹۵
۱۴۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال	۱۹۸
۱۵۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت رسول ﷺ کا حال	۱۹۸

Marfat.com

صفحہ نمبر	عنوانات
۲۰۱	انیسویں کرن انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر
۲۰۲	نکات سورہ قدر
۲۰۵	بیسویں کرن فاعتبروا یا اولی الالباب
۲۰۶	شعور
۲۲۱	اکیسویں کرن نکتۂ قیادت
۲۱۲	نکتہ قیادت
۲۱۷	قارئین نوٹ کیجئے
۲۱۹	بائیسویں کرن لکع
۲۲۰	لکع

Marfat.com

Marfat.com

انتساب

عشق نبی میں بہنے والے ان
آنسوؤں کے نام جو بہہ کر رخساروں
کو شرف قربت عطا کرتے ہیں۔

Marfat.com

'بوالعجبی'

عجم ہنوز نداند رموز دین ورنہ ز دیو بند حسین احمد ایں چہ بو العجبی است

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

(علامہ محمد اقبال)

Marfat.com

حمد باری تعالیٰ

مجھ نا چار سے تیری ثنا کیا ممکن
کروں بندگی کا حق ادا کیا ممکن

ہر ایک نے یہ مانا کہ رہتا ہے تو پاس اپنے
تجھے کوئی بھی نہ دیکھ سکا کیا ممکن

وہ جس کو تو نے ہے گراں کر دیا
اسے کوئی کر دے بیش بہا کیا ممکن

تیرا نور رہتا ہے دائم جہاں میں
دیکھ لے کوئی تیرا جلوہ کیا ممکن

ہارون سے نا چیز کو دے اپنا آسرا
تیرے سوا کسی کا سہارا کیا ممکن

☆☆☆☆☆

Marfat.com

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سفر معراج گرچہ بہت دور کا تھا
طے ہوا جلد اس لئے کہ حضور کا تھا
ناز کعبہ ہے طواف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا
نہ جانے یہ گھومتے تھے کہ وہ گھومتا تھا
رشک حجر اسود ہے چومنا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا
نہ جانے یہ چومتے تھے کہ وہ چومتا تھا
جس وقت تھے سر عرش میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ہارون وہ منظر کیسا سرور کا تھا

☆☆☆☆☆

Marfat.com

سوئے منزل

دنیائے گوناگوں میں مختلف میدانوں میں تحقیق ہوئی ہر طبقے میں غور وخوض اور فکر و تدبر کرنے والے افراد میں خاصا تفاوت نظر آتا ہے۔ معاشیات کی بابت آدم سمتھ اور الفرڈ مارشل کی سوچ جدا جدا ہے اسی طرح سائنس کی دنیا میں نیوٹن اور بوہر کے نظریات جدا جدا ہیں۔ الغرض سیاسیات کا میدان ہو یا فلسفہ کا اقتصادیات کا میدان ہو یا سائنس اور ٹیکنالوجی کا فقہ کا میدان ہو یا تفاسیر کا ان سب موضوعات پر تحقیق کرنے والوں میں واضح فرق رہا اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں عقائد میں بھی ہمارے ہاں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں کچھ لوگوں کے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی ہو گئے (معاذ اللہ) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے پیچھے کے علم سے بھی بے خبر تھے اور ایک عام بشر کی حیثیت رکھتے تھے مگر بعض لوگوں کے خیال میں آپ زندہ و جاوید ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

آپ ماکان و مایکون کے علوم سے سرفراز کئے گئے ہیں۔ آپ کا مثل نہ کوئی ہے اور نہ کوئی ہوسکتا ہے، آپ پیکر بشریت کے ساتھ ساتھ نورانیت کا مظہر ہیں۔

قارئین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ان مختلف نظریات نے مجھے مجبور کیا کہ میں ان چند باتوں کو تفصیل وتدقیق کے انداز کی بجائے عام پیرائے میں بیان کروں اور امت کیلئے انہیں سوالیہ نشان کے طور پر چھوڑ دوں۔

میں ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں اور سمجھتا ہوں کہ علمی دنیا میں میری کوئی حیثیت نہیں۔ تاہم تاجدار انبیاء کا ایک ادنیٰ سا غلام ہونے کی بدولت مجھے کارقلم کرنا پڑا۔

Marfat.com

میری اس کتاب میں کئی نکات ایسے ہیں جو مجھ ناچیز ہی کے بیان کردہ ہیں لہٰذا اگر یہ نکات کسی کو پسند آئیں تو وہ اسے میرے لئے اللہ تعالیٰ کا احسان اور کرم سمجھے اور اگر یہ نکتے علمی اعتبار سے کمزور ہوں تو اسے میری علمی کمزوری سمجھا جائے۔

میں اپنے محترم دوست سید شجاعت رسول شاہ صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے بار بار اصرار کر کے مجھے ''گفتار کی کرنیں'' لکھنے پر مجبور کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ہم سب کو عمدہ عقائد اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

عبدہ ضعیف

محمد ہارون شاہ ہاشمی

24/8/2003ء

Marfat.com

تقاریظ

Marfat.com

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

عزیزم مکرم محمد ہارون شاہ ہاشمی، کالج آف شریعہ اینڈ ماڈرن سائنسز کے ہونہار، ذہین اور محنتی فاضل ہیں، ذہنی رجحان، قلبی میلان اور خدا داد صلاحیتوں کی بنا پر تحریر و تقریر کے میدان میں ابھرتے ہوئے شاہسوار ہیں، نئے نئے موضوعات پر ہلکے پھلکے انداز میں خوب لکھتے ہیں اور یہ سلسلہ چلتا رہا تو مستقبل میں تحریر و تقریر اور تحقیق و تدقیق کے میدانوں میں کامیابیوں کے جھنڈے گاڑیں گے۔

اس سے پہلے ان کے علمی اور ادبی شاہکار رہنمائے مقرر، اور زر نقابت چھپ کر خاص وعام سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں اب اسی سلسلے کی تیسری کڑی ''گفتار کی کرنیں'' کے نام سے چھپ رہی ہے۔

نقش ثالث یقیناً نقشِ اوّل اور نقش ثانی سے بہتر ہوگا امید ہے کہ یہ قلمی کاوشیں جاری رہیں گی اور علمی حلقوں میں اچھے شستہ اور علمی ادب کا اضافہ ہوگا

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

اللہ تعالیٰ ان کے علمی و ادبی شہ پاروں کو خوب سے خوب تر کا مقام عطا فرمائے اور مؤلف کو صحت و سلامتی سے مزید علمی و فکری خدمات کی توفیق دے۔

عبدالقیوم خان ہزاروی

پروفیسر کالج آف شریعہ اینڈ ماڈرن سائنسز

98131

Marfat.com

علامہ مولانا آصف رضا قادری

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم بندہ ناچیز کے نزدیک کتاب ''گفتار کی کرنیں'' دلائل قرآنی اور حدیث کے دلائل کے ساتھ قلمبند کی گئی ہے فی زمانہ ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس کو خطیب العصر عظیم نوجوان سکالر پروفیسر سید محمد ہارون شاہ ہاشمی نے خوبصورت انداز میں مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب شاہ صاحب کی افراد ملت کے ساتھ ایک بڑی بھلائی اور عنداللہ اجر عظیم کا حصول ہے۔

جب فقیر نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو پہلی کرن نے ہی مجھے اس قدر دلچسپ لگی کہ میں پڑھنے کے بعد مستانہ وار وجد کرنے لگا۔ ہر کرن میں یہی دلکشی اور جاذبیت پائی جاتی ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ ایک بڑی کمی تھی جو پوری ہوگئی۔

یہ کتاب خواص کیلئے باعث مسرت اور عوام کیلئے موجب فرحت ہے۔ اور تمام قارئین کیلئے باعث اطمینان قلب ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد آصف رضا قادری

خطیب جامع مسجد عظمت الاسلام گلشن راوی لاہور

27/9/2003

Marfat.com

نور و نار از ڈاکٹر محمد مسعود احمد

عقیدہ توحید بڑی قوت ہے اور زبردست قوت ہے۔ اس کا پرستار کبھی رسوا نہیں ہو سکتا مگر عقیدۂ توحید وہ نہیں۔ جو ابلیس نے پیش کیا کہ انبیاء و اولیاء سے پیٹھ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے وہ عقیدہ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاء و اولیاء کی محبتیں اور عظمتیں لئے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

اقبال نے سچ کہا تھا کہ ہماری بدقسمتی و بدنصیبی یہ ہے کہ ہمارے جوان اسلاف سے بے تعلق ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبتیں قلب مسلم کیلئے ایک قسم کے لنگر ہیں یہ لنگر ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں کا نہیں رہتا پھر نہ اللہ کا احترام رہتا ہے، نہ بیت اللہ کا۔ جب زمین پر کوئی بنیاد ہی نہیں تو عمارت کو زمین بوس ہونا ہے۔ قرآن سے یہی ثابت ہو رہا ہے اور قرآن سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے؟ "والعصران الانسان لفی خسر" زمانے کی قسم انسان خسارے میں ہے۔ ابلیس نے اس لنگر کو توڑا بس اللہ ہی سے رشتہ جوڑا آدم علیہ السلام سے منہ موڑا اس کا انجام جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ قوت قلب و نظر کیلئے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب بندوں سے بھی دل شاد و آباد ہونا چاہئے۔ لیکن اب بھی کوششیں ہو رہی ہیں کہ انبیاء و اولیاء سے عشق و محبت کا جو بندھن بندھا ہوا ہے اس کو توڑ دیا جائے۔ شکست و ریخت کی اس مہم کا توحید خالص کے نام سے پرچار کیا جا رہا ہے۔

بنگلہ دیش کے ایک عالم مولانا محمد عبدالکریم نے لکھا کہ وہاں توحید خالص کے پردے میں بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ نور و نار کی یہ جنگ جاری ہے۔ ابلیس نے گستاخی رسول کی جو آگ جلائی تھی وہ کبھی کبھی بھڑک اٹھتی ہے مگر نار کی سوزشیں نور کی تابشوں کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر نور ہی نور نظر آتا ہے۔

دل نور، جگر نور، زباں نور، نظر نور

میرے بزرگو! اور عزیزو دل کو عقیدہ توحید سے مضبوط و قوی کرو کہ دل ناتواں و کمزور ہے۔ ہاں یہ مضبوط و قوی ہوگا تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے، انبیاء کی محبت سے،

Marfat.com

اہل بیت کی محبت سے، اولیاء عظام کی محبت سے، علماء حق کی محبت سے، جو گلشن توحید کے گل بوٹے ہیں جو معرفت الٰہی کے وسیلے ہیں۔ جس طرح بے برگ و بار درخت کو پہچاننا مشکل ہے اسی طرح ان حضرات کی محبت و رہنمائی کے بغیر شجر توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے۔ جس طرح آلات مادیہ اور قوائے روحانیہ کے بغیر فضاؤں کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے اسی طرح ان حضرات کو دیکھے بغیر عقل کا آگے بڑھنا اور معرفت الٰہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے عقل کی اس دنیا میں عقل کی بات کیجئے برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانیئے ان سہاروں کو لے کر آگے بڑھیئے۔ قرآن کا یہی حکم ہے۔ اللہ، اللہ قرآن کھولتے ہی پیاروں ومحبوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

''ہم کو سیدھی راہ پر چلا ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔''

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر فرما کر حق کو باطل سے ممتاز کر دیا اور بتا دیا کہ حزب اللہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ سے محبت کرے ان کے نقش قدم کو پانے کی دعا کرے ان کے راستے پر چلنے کی آرزو کرے اور جب وہ نقش قدم مل جائے اور جب وہ راستہ پالے تو دل و جاں سے اس پر چل کر منزل مقصود کو پالے۔

بے شک انہیں کے نشان قدم منزل مقصود کا پتا دیتے ہیں اسی لئے فرمایا ''سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

چاہئے اچھوں کو جتنا چاہئے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہئے؟

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
(پرنسپل ڈگری کالج ٹھٹھہ)

Marfat.com

محمد ہارون شاہ ہاشمی ترگ شریف ضلع میانوالی کے ہاشمی عباسی گھرانے کی معروف علمی شخصیت جناب حضرت علامہ مولانا الحاج ڈاکٹر رضا محمد شاہ ہاشمی کے فرزند ارجمند ہیں۔ ہارون شاہ صاحب کی شخصیت کو پروزدگار عالم نے علم وفضل کے درہائے نایاب سے مرصع فرمایا ہے۔ ہر وہ شخص جوان سے ملاقات کا شرف حاصل کر چکا ہے اس پر یہ بات مثل روز روشن عیاں ہوگئی کہ ان کی طبیعت کی جولانیاں ہر خاص وعام کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں علم و فضل کے لطیف و دقیق نکات کے درہائے آبدار ان کی ذات سے مثل ابر باراں برستے ہیں۔ ان کی تحقیق ومطالب قرآنی پر باریک بینی علمی وادبی ذوق کی عکاسی کرتی ہے اس بندۂ عاجز کو شاہ صاحب کے خطبات سننے اور علمی وادبی مجالس میں خوشہ چینی کرنے کا بارہا موقع ملا ہر بار قلب وروح کی گہرائیوں سے یہ احساس وادراک ہوا کہ اللہ رب العزت نے ان کو علم و آگہی میں سے حصہ عطا فرما کر ان پر خاص کرم نوازی فرمائی ہے۔

خاکپائے صاحبانِ نظر
پروفیسر کاشف محمود

Marfat.com

پہلی کرن

اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

(القران)

''تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔''

Marfat.com

اِلٰـھُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ

پروردگار عالم نے بنی نوع انسان کو یہ پیام دیا ہے کہ ان کا الہ ایک ہی الہ ہے یعنی اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ لفظ 'الہ' کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا از حد ضروری ہے تا کہ شان الوہیت سے شناسائی حاصل کی جائے۔

تحقیق لفظ الٰہ

الٰہ اَلَہُ سے بنا ہے لغت میں جس کے معانی انتہائی بلندی یا حیرانی کے کئے گئے ہیں یعنی "الٰہ" سے مراد وہ ذات ہے جو انتہائی بلند و برتر ہو۔ اگر اس کے معنی 'حیرانی' کئے جائیں گے تو مراد یہ ہوگی وہ ذات جس کی برتر و اعلیٰ صفات کو سمجھنے میں انسانی عقل حیران رہ جائے۔

"الٰہ" کون ہے؟

الٰہ کے معنی معبود سمجھے جاتے ہیں کچھ ایسی صفات ہیں جو الٰہ ہی کا خاصہ ہیں اور کچھ وہ چیزیں ہیں جن سے وہ پاک ہے۔ الٰہ میں موجود جن صفات کا ہونا اس کا خاصہ ہے وہ چند درج ذیل ہیں:

۱۔ واجب الوجود ہونا۔

۲۔ پیدا کرنا (عدم سے وجود میں لانا)

۳۔ رزق عطا کرنا۔

۴۔ زندگی عطا کرنا۔

۵۔ موت کا مالک ہونا وغیرہ۔

الٰہ کا درج ذیل چیزوں سے پاک ہونا لازمی ہے۔

Marfat.com

کھانا، پینا، سونا، مرنا مخلوق ہونا، کسی عیب کا حامل ہونا وغیرہ۔

بت الٰہ نہیں ہو سکتے:

اگر کوئی یہ دعویٰ کرے بت کھاتے نہیں، سوتے نہیں، پیتے نہیں، مرتے نہیں وغیرہ تا ہم ان تمام باتوں کے باوجود وہ ہرگز الٰہ نہیں ہو سکتے۔ کیوں؟

۱۔ وہ قائم بالذات نہیں انہیں بنایا گیا ہے۔

۲۔ وہ کسی کے رازق نہیں۔

۳۔ وہ کسی کی زندگی اور موت کے مالک نہیں۔

۴۔ وہ کسی کی مدد پر قادر نہیں۔

۵۔ انسان ان پر غلبہ پا سکتا ہے۔ حالانکہ الٰہ کبھی بھی مغلوب نہیں ہو سکتا۔

۶۔ اپنے وجود میں وہ مخلوق کے محتاج ہیں جبکہ الٰہ وہ ہے تمام مخلوق جس کی محتاج ہے۔

۷۔ الٰہ وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا جب کہ بت کچھ بھی نہیں بنا پاتے۔

الٰہ یا اللہ کی چند قرآنی بیان کردہ صفات:

۱۔ وہ قائم بالذات اور مالک ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ خود ہی زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

۲۔ اس کے ساتھ کوئی الٰہ شریک نہیں:

وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ	اور اس کے ساتھ کوئی معبود نہیں اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا۔

۳۔ اللہ کے سوا کوئی خالق و مالک نہیں:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ	انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے جو

Marfat.com

وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَانَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ○

کچھ پیدا نہیں کرتے اور اپنی جانوں کے لئے نفع ونقصان کے مالک نہیں اور نہ مرنے جینے نہ اٹھنے کے مالک ہیں۔

۴۔ اللہ کے مقابل کوئی نہیں:

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُوْنِنَا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَاهُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ○

کیا ان کے کچھ معبود ہیں جو انہیں ہمارے مقابلے میں ہم سے بچالیں وہ تو اپنی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد کی جائے۔

۵۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْا كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ○

کیا انہوں نے اللہ کے مقابلے میں سفارشی بنا لئے ہیں فرما دیں کہ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں فرمادیں کہ شفاعت تو تمام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

۶۔ اللہ کے مقابل کوئی مختار نہیں:

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

اور ان (جھوٹے معبودوں) کے لئے کوئی اختیار نہیں اللہ پاک اور برتر ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

۷۔ نفع ونقصان کا مالک فقط اللہ ہے:

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَۗ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○

اگر اللہ تجھے سختی پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور تجھے جو بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

☆ یہاں اللہ تعالیٰ کے مقابل نفع ونقصان پہنچانے کی وضاحت کی گئی ہے کیونکہ نفع و نقصان مخلوق پہنچا سکتی ہے۔ حدیث میں ہے:

Marfat.com

(i) خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاس — بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔

(ii) قرآن پاک میں شراب کی بابت کہا گیا کہ اس میں لوگوں کے لئے فوائد اور نقصانات ہیں لیکن اس کا نقصان فائدے سے زیادہ ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے:

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوا لَهُ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ — اور ان مشرکوں نے جنات کو اللہ کا شریک بنایا حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا اور بنائے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے۔

۹۔ اللہ عالم الغیب ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ — فرما دیں جو آسمانوں اور زمین ان میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔

☆ یہاں ذاتی طور پر علم غیب کو جاننے کی نفی کی گئی ہے۔

۱۰۔ اللہ ہی حساب لینے والا ہے:

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا — اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

الٰہ (اللہ) کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کچھ لوگوں کے نزدیک "الٰہ" ہونے کا دارو مدار صرف دو چیزوں کو قرار دیا گیا ہے۔ علم غیب اور مافوق الاسباب حاجات میں تصرف "الٰہ" کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے صرف یہ دو چیزیں کافی نہیں علم غیب بھی اللہ نے تقسیم کیا اور مافوق الاسباب اشیاء میں تصرف کی مثالیں قرآن میں موجود ہیں۔ لہٰذا صرف یہ دو چیزیں الٰہ ہونے کے لئے کافی نہیں۔

توحید:

توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں یعنی وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ توحید ناقابل تقسیم ہے یعنی توحید کسی کو منتقل نہیں ہو

Marfat.com

سکتی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات کسی کو منتقل ہو سکتی ہیں۔

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ:

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ بھی رحیم ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن میں رحیم کہا گیا ہے۔ اللہ بھی سمیع بصیر ہے اور انسان کو بھی سمیع بصیر بنایا گیا ہے۔ یہاں تو صفات باری تعالیٰ کا تقسیم ہونا یا منتقل ہونا پایا جا رہا ہے۔ لیکن یہ بندۂ مسکین ثبتہ اللہ علی الحق والیقین کہتا ہے کہ میرے نزدیک اللہ کا رحیم ہونا، نبی پاک کا رحیم ہونا وغیرہ یہ صفاتِ مشترک نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ کا رحیم ہونا ذاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحیم ہونا عطائی ہے۔ اللہ پاک کے رحیم ہونے کا عمل بتدریج نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحیم ہونے کا عمل بتدریج ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رحیم ہونے میں اللہ کے محتاج ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے رحیم ہونے میں کسی کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے لیکن مخلوق کی صفات ہمیشہ سے نہیں اور نہ لازمی ہمیشہ کے لئے ہو سکتی ہے۔ مخلوق کے رحیم ہونے سمیع و بصیر ہونے اور خالق کے رحیم ہونے اور دیگر صفات میں اس قدر فرق ہونے کے بعد شرک کا شائبہ تک نہ رہا۔ اور واضح ہو گیا کہ مخلوق کی کوئی بھی صفت جو بظاہر خالق کی بعض صفات کی ہم معنی ہے وہ خالق کی صفت کی ہم معنی اور ہم مرتبہ نہیں ہو سکتی۔

حقوق توحید:

یہاں بہتر ہوگا کہ حقوق توحید کو بطریق اختصار بیان کر دیا جائے۔

ا۔ اللہ اپنی ذات و صفات میں واحد ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں واحد ہے ضروری ہے کہ اسے یکتا مانا جائے اور اس کے برابر کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ قرآن پاک میں ہے:

(i) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے۔

Marfat.com

قرآن پاک کی ایک دوسری آیت میں اللہ کے سوا کسی اور معبود کے ہونے کی نفی کر دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ii) لَوْ کَانَ فِیْہِمَآ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ — اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔

(iii) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ — اس (اللہ) کی کوئی مثال نہیں۔

۲۔ عبادت صرف اللہ کا حق ہے:

عبادت سے مراد عبدیت ہے جس کے معنٰی بندگی کے ہیں عبادت کے لئے لازمی ہوگا جس کی بندگی کی جائے وہ الٰہ ہو ورنہ یہ عبادت نہیں کہلائے گی۔ تعظیم و توقیر اور ادب عبادت کے زمرے میں نہیں کیونکہ یہ غیر اللہ کے لئے ممکن ہیں۔ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

انبیاء نے اپنی قوموں کو پہلی تعلیم ہی یہی دی۔

(i) یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔ — اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

(iii) فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ — پس میں عبادت نہیں کرتا ان کی جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں تو اس اللہ کی عبادت کروں گا جو تمہیں موت دیتا ہے۔

(iii) اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ۝ — اختیار حکم صرف اللہ کو ہے اسی نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

(iv) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖٓ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ۔ — اور تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کے پاس بھیجا (انہوں نے قوم سے کہا) میں تمہارے لئے کھلا ڈر سنانے والا ہوں تا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

Marfat.com

۳۔ عالم الغیب فقط اللہ ہے:

جس علم کو الہ کا خاصہ تسلیم کیا جائے وہ تمام کا تمام علم اللہ تعالیٰ کا حق ہے جس علم میں نہ تو زوال ہے اور نہ ہی نسیان ہے اور نہ ہی تدریج ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ علم غیب کا حامل بھی ہے اور مالک بھی۔ لیکن انبیاء علم غیب کے ذیل میں مالک نہیں صرف حامل ہیں اور اپنے علم غیب کے حصول میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔ واللہ اعلم

ارشاد باری ہے:

(i) وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ۔ — اور غیب کی کنجیاں اس (اللہ) کے پاس ہیں انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(ii) قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ — آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں کہ سوائے اللہ کے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے غیب نہیں جانتا۔

۴۔ دعا فقط اللہ سے کی جائے:

دعا فقط اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو قبول اور رد کر سکتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

(i) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً — اپنے رب سے عاجزی سے اور پوشیدہ طور پر دعا مانگو۔

(ii) اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ — بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔

(iii) رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ — اے ہمارے رب میری دعا قبول کر۔

(iv) فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔ — جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو وہ اللہ سے دعا مانگتے ہیں اس کے دین کے لئے مخلص ہو کر۔

(v) اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ — میں دعا مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب مجھ سے دعا کرتا ہے۔

Marfat.com

دعا کا ایک معنی معبود سمجھ کر پکارنا ہے اور اس پکارنے میں کسی اور کو پکارنا شرک فی الدعا کہلائے گا۔ جیسا کہ قرآن نے صراحت سے کہا:

(i) اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ۔ جنہیں تم خدا کے علاوہ پوجتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔

(ii) اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ بے شک مساجد اللہ کے لئے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو (معبود سمجھ کر) نہ پکارو۔

۵۔ اللہ ہی کو قادر مطلق مانا جائے:

یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے جسے چاہے موت دے جسے چاہے زندگی دے۔ رزق کے تمام معاملات ملائکہ پر قدرت، دوزخ و جنت، قیامت قائم کرنا وغیرہ یہ تمام افعال اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ جیسا کہ اس بیان کو قرآن نے خوب انداز میں بیان کیا ہے:

(i) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ بے شک اللہ (تعالیٰ) ہر چیز پر قادر ہے۔

(ii) اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ۔ کیا وہ لوگ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا وہ ان لوگوں کی مثل بنانے پر قادر ہے۔

۶۔ اللہ کے اسمائے خاص میں کسی کو شریک نہ کیا جائے:

اللہ پاک کے خاص اسماء جو اس ہی کا خاصا ہیں ان میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہوسکتا مثلاً کوئی اللہ خالق رازق وغیرہ نہیں قرآن میں ہے:

(i) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ وہ اللہ (ساری مخلوق کا) پیدا کرنے والا ہے بنانے والا ہر ایک کو صورت عطا کرنے والا اس کے لئے ہیں سب اچھے نام۔

(ii) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ (وہ اللہ) زمین و آسماں اور جو کچھ ان کے مابین ہے (اس سب کچھ کا) رب ہے پس

Marfat.com

لِعِبَادَتِہٖ هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ○ اس کی عبادت کریں اور اس کی عبادت میں ثابت قدم رہیں کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پیدا ہونے، پیدا کرنے، سونے، اونگھنے، کھانے، پینے، موت وغیرہ تمام چیزوں سے منزہ و پاک ہے۔ مخلوق میں چونکہ یہ چیزیں موجود ہوتی ہیں اور ان مین سے کسی ایک چیز کا کسی وجود میں پایا جانا اس کے مخلوق ہونے کی نشانی ہے۔ احترام، تعظیم اور عبادت میں فرق ہے۔ عبادت صرف اللہ کا حق ہے جب کہ ادب، احترام و تعظیم جائز ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک کی 26 پارے کی سورت الحجرات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب سکھائے ہیں۔ اور ایک عام قانون ادب بھی واضح فرما دیا ہے تا کہ تعظیم اور شرک میں فرق واضح ہو جائے اور تعظیم کرنے والوں کو مشرکین کی لسٹ میں نہ گھسیٹا جائے چنانچہ فرمایا:

مَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ جس نے شائر اللہ کی تعظیم کی پس یہ دلوں کے تقوے میں سے ہے۔

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم ایک بہت بڑی عطا اور صلے کا سبب ہے اور وہ صلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ دل کا تقویٰ ہے۔

ناچیز نے یہاں مختصراً توحید پر گفتگو کی اور طوالت سے گریز کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

دوسری کرن

النّبی الامّی صلی اللہ علیہ وسلم

''کسی انسان سے نہ پڑھا ہوا نبی''

Marfat.com

النّبی الامّی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) لفظ امّی کا عام معنی:

امام راغب اصفہانیؒ اپنی کتاب ''مفردات القران'' میں لفظ امی کی بابت لکھتے ہیں الامی وہ ہے جو نہ لکھ سکتا ہو اور نہ ہی کتاب میں سے پڑھ سکتا ہو۔ دوسرے معنی میں لکھنے پڑھنے سے عاری ہو چنانچہ آیت کریمہ ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا''

اس درج بالا آیت میں اس کے معنی ان پڑھ ہی لئے جائیں گے۔

(۲) قطرب کی رائے:

محمد بن المستیز بن احمد ابو علی المعروف بقطرب نے کہا ہے کہ اُمِّیَّۃٌ بمعنی غفلت و جہالت کے ہے اور اسی سے امّی ہے اسے بھی معرفت نہیں چنانچہ فرمایا:

وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ

''بعض ان میں سے ان پڑھ ہیں کہ اپنے خیالات باطل کے سوا خدا کی کتاب سے واقف ہی نہیں''

یہاں اِلَّاۤ اَمَانِیَّ کے معنی اِلَّاۤ اَنْ یُّتْلٰی عَلَیْهِمْ کے ہیں یعنی مگر یہ انہیں پڑھ کر سنایا جائے۔

(۳) فرّا کا قول:

ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفرا نے کہا ہے امیون سے مراد وہ ہیں جو اہل کتاب نہ تھے اور یہ آیت کریمہ واضح کرتی ہے۔

اَلرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ۔

Marfat.com

اور وہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کے اوصاف کو وہ اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ اُمِّیٌّ اس امت یعنی قوم کی طرف منسوب ہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتی ہو جس طرح کہ ماحی اسے کہتے ہیں جو عوام جیسی صفات رکھتا ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امی اس لئے کہا گیا کہ نہ آپ کوئی کتاب پڑھے اور نہ ہی کچھ لکھتے تھے بلکہ وحی الٰہی کے بارے میں اپنے حافظہ اور خدا کی اس ضمانت پر کہ

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى "ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھول پاؤ گے"

یہ صفت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے باعث فضیلت ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ امی القریٰ یعنی مکہ کی طرف نسبت ہے۔

(۴) فلسفہ حقیقت ومجاز:

فقہاء اصولین کا کہنا ہے کہ اگر امر کا صیغہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کیلئے استعمال کیا جائے تو اسے ہرگز حکم کے معنی پر محمول نہ کیا جائے گا اللہ رب العزت کی عظمت کے پیش نظر اس کا مفہوم اور معنی بدل دیا جائے گا تا کہ ادب پیش نظر رہے چنانچہ امر کو دعا یا التجا کے معنی میں لیا جائے گا اگرچہ صیغہ امر ہی کا ہوگا۔ لیکن اگر وہی صیغہ اپنے دوست کیلئے استعمال کیا جائے گا تو وہ درخواست کے قائم مقام ہوگا اور یہی صیغہ امر جو اصلاً حکم کیلئے آتا ہے والد صاحب کیلئے استعمال ہوگا تو ایک التجا کے طور پر سمجھا جائے گا لیکن اگر اسی صیغہ امر کو استاد شاگرد کیلئے یا حاکم محکوم یعنی غلام یا نوکر کیلئے استعمال کرے گا وہ حکم کے معنی میں ہوگا یعنی حقیقی معنی میں استعمال ہوگا۔

اگر بندہ رب اللہ سے کہے انصرنی (میری مدد فرما) تو یہ صیغہ حکمیہ ہونے کے باوجود یعنی حکم ہونے کے باوجود دعا کے معنی میں لیا جائے گا۔ کیونکہ بندے کی کیا جرأت کہ اپنے مولا کو حکم دے۔ لہٰذا رب العزت کی بارگاہ مقدس کا تقاضا ہے کہ اس صیغے کو حکمیہ ہونے کے باوجود دعا ہی سمجھا جائے اور اگر امتی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہے انصرنی تو یہ بھی عاجزانہ گزارش ہوگی جیسا کہ بارگاہ نبوت کی تقدیس کا تقاضا ہے اگر دوست اپنے

Marfat.com

دوست سے یہ صیغہ امر کہے یعنی انصرنی تو یہ درخواست ہو لیکن اگر مالک اپنے نوکر سے یہی صیغہ امر کہے یعنی انصرنی تو یہ حکم ہوگا۔

اے اہل علم و عقل غور
غور، غور اور غور
میں پھر کہوں گا کہ غور کرو غور
اگر انصر یعنی صیغہ امر کا معنی
خدا کیلئے اور ہو سکتا ہے
دوست کے لئے اور ہو سکتا ہے
شاگرد کیلئے اور ہو سکتا ہے
محکوم کیلئے اور ہو سکتا ہے
اور

تم نے کیا اچھی جسارت کی
زباں خوب لبریز طہارت کی
کی قدر بارگاہ رب عزت کی
میرا سوال ہے
سوال در سوال ہے
اگر خدا کی خدائی کو دیکھ کر
اس کی شان کبریائی کو دیکھ کر
اس کی عظمت و بڑائی کو دیکھ کر

Marfat.com

تم نے

لغت کا جگر چاک کیا
اپنے ضمیر کو للہ پاک کیا
لغت کے بکھیڑوں کو چھوڑ دیا
حقیقی معنی کو مجازی میں موڑ دیا
یاں قاعدہ کلیہ توڑ دیا
مگر تم سے میرا یہ سوال ہے
وہ آقا جو بڑا صاحب کمال ہے
اس کی صفات میں کیوں تمہیں احتمال ہے؟

اگر تم خدا کی خدائی کا پاس اور لحاظ رکھ کر امر یا حکم کے صیغے کو دعا کے معنی میں لینے کیلئے رضا مند ہو تو پھر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصطفائی کا پاس رکھ کر امی سے مراد خدا کا شاگرد کیوں نہیں لے سکتے۔

(۵) آدم علیہ السلام شاگرد خدا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام علوم اسماء بلا واسطہ سکھائے اس میں کسی فرشتے کا کوئی کردار نہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ اور ہم نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔

اگر کوئی فرشتہ بطور وحی کے یہ کلمات پہلے اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو سکھاتا تو یقیناً وہ علمی لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کا مقابلہ کرتا اور آپ علیہ السلام کا ہم پلہ ہوتا لیکن قرآن شاہد ہے کہ آدم علیہ السلام کے مقابل فرشتے کسی چیز کا نام بھی نہ بتا سکے۔ یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ملنے والی علم کی خیرات کسی فرشتے سے نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوئی لہٰذا اگر ایک عام نبی بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

شاگرد ہوسکتا ہے تو پھر امام الانبیاء کسی فرشتے کے شاگرد کیونکر ہوسکتے ہیں۔ اس لئے آپ کو عطا ہونے والے تمام علوم بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی فرشتے یا انسان کے شاگرد نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں واضح فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو سکھا دیا۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے تعلیم اسماء کے عمل کو فضل عظیم قرار نہیں دیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تعلیم علم عطا کی گئی اسے فضل عظیم قرار دیا گیا۔ جس سے دیئے گئے علوم کے کمالات کا اندازہ بطرز احسن لگایا جاسکتا ہے۔

اگر سمجھ لیا جائے کہ لفظ 'ما' سے کیا کچھ مراد ہوسکتا ہے۔

تو ختم لفظ امی کا جھگڑا و فساد ہوسکتا ہے۔

لفظ 'ما' قابل غور ہے۔

قرآن کی صدا قابل غور ہے۔

رحمٰن کی عطا قابل غور ہے۔

میں ان لوگوں سے استفسار کرتا ہوں۔

اور پھر بار بار کرتا ہوں۔

کہ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم ہر عیب سے پاک سمجھتے ہو تو بتاؤ کہ 'نہ لکھنا' عیب ہے یا خوبی؟ اگر آپ لوگوں کو اس بات کا یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوبیوں کا منبع ہیں اور عیبوں سے پاک ہیں۔ یہ بات عام انسان بھی جانتا ہے کہ لکھنے کی صلاحیت نہ رکھنا۔ عیب ہے خوبی یا وصف میں ہے ہمارے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بہترین نمونہ قرار دی گئی ہے۔ اگر 'نہ لکھنا' اسی سیرت کا حصہ سمجھ لیا جائے تو ہمیں ہرگز لکھنے کی صلاحیت حاصل کرنے کی قطعی طور پر کوئی ضرورت نہیں۔ احسن سیرت احسن چیز کا مطالبہ

Marfat.com

کرتی ہے اگر 'نہ لکھنا' احسن ہوتا' یا 'نہ لکھنے کی قدرت، بہتر ہوتی تو پھر امت اس طرز عمل کو ہرگز اختیار نہ کرتی۔ کیونکہ احسن سیرت، احسن مطالبات کا یہی تقاضا کرتی ہے۔ ہاں اگر احسن ترین کے مقابلے میں احسن حاصل کیا جائے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں لہٰذا امی سے مراد لکھنے کی احسن ترین خصلت مراد لی جائے تو امت کا 'لکھنا' جاننا احسن ہوگا اور تاجدار انبیاء کا لکھنے سے شناسا ہونا احسن ترین ہوگا اور اس خوبی میں آپ امت سے فائق بھی رہیں گے۔

میرے نزدیک امی ہونے کو عیب سمجھنا کار شیطان ہے
اور ایسا سمجھنے والا یقیناً بہت بڑا بے ایمان ہے
بات سنو دھیان سے
دل مزین کرو ایمان سے

یہ ایک فطرتی عمل ہے کہ جو آدمی پڑھنا جانتا ہو وہ کسی حد تک لکھنا بھی ضرور جان لیتا ہے بار بار پڑھنے پڑھانے سے لکھنے کی صلاحیت کا آ جانا قدرتی عمل ہے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ اگر
آپ لوگوں کا استاد لکھنا جانتا ہے
ہمارا استاد لکھنا جانتا ہے
سکول کا ٹیچر جانتا ہے
کالج کا پروفیسر لکھنا جانتا ہے
تو پھر کیسے ممکن ہے
کہ جو دو عالم کا معلم ہو اور لکھنا نہ جانتا ہو۔

متعلم علم سکھاتا ہے صرف پڑھاتا نہیں اور سکھانا تب ممکن ہوتا ہے اگر وہ لکھنے کے عمل سے شناسا ہو۔ دنیا کے کسی مدرسے میں یا مکتب میں کیا کبھی کسی انتظامیہ نے کسی ایسے معلم کا انتخاب کیا ہے جو لکھنے سے نا آشنا ہو اگر مدرسے کا ناظم یا منتظم اپنے مدرسے لکھنے سے

Marfat.com

ناواقف شخص کو اپنے مدرسے میں معلم نہیں بنا سکتا تو پھر ساری کائنات کا ناظم یعنی رب کائنات پوری انسانیت کیلئے کسی ایسے معلم کا انتخاب کیونکر کرے گا جو لکھنے پڑھنے سے محروم ہو (معاذ اللہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لکھنا خود قرآن سے ثابت ہے انہوں نے بلقیس کی طرف خود خط لکھا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ ھذا من فضل ربی کہنے والے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تو رب نے لکھنا سکھا دیا اور جس کے بارے میں خود فرمایا "وکان فضل اللّٰہ علیك عظیما"۔ کیا وہ نبی لکھنے سے قاصر ہو سکتا ہے؟

تاجدار انبیاء علیہ السلام تو مدینۃ العلم ہیں وہاں کسی قسم کی علمی کمی کا شائبہ بھی کفر ہے۔
جب باب العلم حضرت علی لکھنا، پڑھنا جانتے ہیں تو پھر مدینۃ العلم کیسے نہیں جان سکتے۔

نہ جانے تمہاری کیسی سمجھ کیسا شعور ہے
شاید عقل فہم و فراست سے دور ہے
تمہیں امی کا معنی ان پڑھ کیوں منظور ہے؟
مصطفےٰ ﷺ کا ادب ہی ایمان کا نور ہے
ہم اہل ادب کا تو ہے یہی عقیدہ کہ
لفظ امی کا معنی شاگرد رب غفور ہے

(۶) لفظ امی کے مفاہیم:

تاجدار انبیاء کی ذات کیلئے مستعمل لفظ 'امی' کے اس بندہ مسکین ثبتہ اللہ علی الحق والیقین کے ہاں درج ذیل مختلف معانی لینا مناسب ہوں گے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ علم حاصل کرنے والی ذات۔
۲۔ پڑھنے کی مشقت اور احتیاج سے بری الذمہ۔
۳۔ امی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے جو وجہ بزرگی اور معجزہ کے ہے۔
۴۔ لکھنے میں مبعوث الیھم سے بے نیاز۔

Marfat.com

۵۔ وہ جسے کتب الٰہیہ کو بھول جانے والوں کی طرف بھیجا گیا ہو۔

٦۔ جسے ام القریٰ یعنی مکہ میں بھیجا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ۔

''ترجمہ: وہی (اللہ) ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا جوان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔''

یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا

اگر ان پڑھ لوگوں کی تربیت اور تعلیم کیلئے ان پڑھ ہی بھیجا جائے تو یہ احسان نہیں بلکہ مذاق ہوگا۔ ہاں اگر پرائمری پاس لوگوں کی تعلیم کیلئے پی۔ ایچ ڈی یا ایم اے معلم بھیجا جائے تو یہ احسان ہوگا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم امت کیلئے علمی اعتبار سے بھی احسان بن کر آئے جس سے واضح ہے کہ آپ امی لقب تھے لیکن علوم ومعارف کی ہر چیز سے شناسا تھے۔ واللہ اعلم۔

مسلم ہوا تیرے علم کا یہ عالم
وعلمك مالم تكن تعلم

☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

تیسری کرن

مَا اَنَا بِقَارِیٔ

”نہیں ہوں میں پڑھنے والا“

Marfat.com

مَا اَنَا بِقَارِئٍ

سوجھ بوجھ فہم وفراست اور عقل وشعور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عظیم نعمتیں ہیں۔اگر ہم ایک ہی معاملے کو لے لیں تو اس نتیجے تک پہنچیں گے کہ ہر فرد کا طرز عمل مختلف ہوگا اگر ہم سائنس دانوں کی دنیا کی طرف پیش قدمی کریں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ ایک ہی سائنسی امر یا مسئلے کے بارے میں نظریات جدا جدا ہوں گے۔اسی طرح فلسفیوں کے جہاں میں قدم رکھیں تو ایک ہی چیز کی بابت ان کے خیالات وافکار میں بہت تفاوت پایا جائے گا، ہم فقہا کی فقہی تحقیقوں کو پڑھیں گے تو یہ واضح ہوگا کہ ہر فقیہہ کا نظریہ ایک ہی مسئلے میں مختلف ہوسکتا ہے۔

چنانچہ ہر طبقہ اور ہر گروہ کے لوگوں کے خیالات ونظریات میں سو فی صد ہم آہنگی کا پایا جانا مشکل ہے۔

قارئین ان حقیقتوں سے آشنا ہونے کے بعد یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اقرار کرنے والے تمام افراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی بابت ایک جیسے خیالات ونظریات کے حامل نہیں ہو سکتے۔موجود دور میں تو یہ اختلافات شدت اختیار کر چکے ہیں۔

اس کی مختصر سی مثالیں یہ دی جا سکتی ہیں کہ کوئی کہتا ہے کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تو کوئی کہتا ہے کہ آپ تو ماکان ومایکون کے علوم پر فائز ہیں کسی نے کہا کہ رحمۃ للعالمین تو علماء بھی ہو سکتے ہیں جبکہ کسی کا خیال ہے کہ رحمت للعالمین ہونا صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصا ہے کوئی اور اس وصف کا حامل نہیں ہوسکتا ہے۔کوئی رقمطراز ہے کہ امتی عمل میں نبی سے بڑھ سکتا ہے لیکن بعض کا خیال ہے ساری امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سجدے کے بھی برابر نہیں ہوسکتے ہیں۔

کسی کی سوچ یہ ہے کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا معاذ اللہ جانور کے خیال سے بھی بدتر ہے اور کوئی صدائے عشق بلند کر کے کہتا ہے کہ ان کا تصور عقل وروح اور دل کی معراج ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خیالات میں بس جائیں تو اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوسکتی ہے۔

Marfat.com

کوئی اپنی نگاہ غلیظہ کو فکر کی شاہراہ پر دوڑا کر نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء مر کر مٹی ہو گئے جبکہ کوئی منزل عشق پے پہنچ کر کہتا ہے:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

سوچ کے ان مختلف زاویوں نے امت کو کیفیت اضطراب و پریشانی سے دوچار کر رکھا ہے بہر حال ان مختلف زاویوں اور نظریات کو سمجھنے کیلئے بھی ایک نظریہ چاہئے اور اگر وہ نظریہ سراسر عقل کا محتاج ہو تو تنقید کے انبار لگا دے گا اس لئے کہ

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

اعمال کی بنیاد عقل پر بنانے والوں نے ہمیشہ خسارہ ہی اٹھایا جبکہ جن لوگوں نے اعمال کی بنیاد عشق کی زمین پر رکھی ان کے ایمان کی عمارت نہایت مضبوط ہے۔

صاحبو! آؤ اپنے ذہن کے انجینئر سے پوچھیں کہ وہ اعمال کی عمارت کی بنیاد عقل کی زمین پر رکھنے کو ترجیح دیتا ہے یا عشق کی زمین پر اور اگر یقیناً ذہن کے انجینئر نے عشق کے مدرسہ سے علم پایا ہوگا تو وہ عشق کی زمین کو ترجیح دے گا اور اگر فسق کے مدرسہ سے علم پایا ہوگا تو عقل کی زمین کو ترجیح دے گا۔

''ما انا بقاری'' کے بارے میں نظریات میں بھی کافی مختلف نکتہائے نظر موجود ہیں۔ جن لوگوں نے فقط ما انا بقاری کے الفاظ پر غور کیا وہ کچھ اور سمجھے اور جنہوں نے مقام رسالت کو سمجھا وہ کچھ اور کہتے ہیں۔

اس لفظ کے بارے میں چند گزارشات کرنا چاہوں گا ما انا بقاری کا معنی کسی نے میں پڑھا ہوا نہیں ہوں کیا ہے جبکہ کچھ نے کہا کہ اس کا معنی ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' کیا ہے قطع نظر اس کے کہ ہم ان معانی میں ترجیحی گفتگو کو ترجیح دیں بہتر ہوگا کہ اس سے پہلے تھوڑا سا درج ذیل الفاظ پر غور کریں۔

Marfat.com

قارئین:

وہ تاجدار کائنات
وہ فخر موجودات
وجہ تخلیق کائنات
رونق ارض و سماوات
دافع بلیات و آفات
منبع انوار و تجلیات
نبی معظم و محترم
مکرم و محتشم
رحمت سر تا بقدم
راز دار لوح و قلم
قاطع و دافع رنج والم
شہنشاہ عرب و عجم
سب کیلئے کرم ہی کرم
سب کی آن سب کا بھرم
الفت ربانی سے سرشار
عشق ربانی میں گرفتار
خامشی غار حرا میں
رب دو عالم سے محو گفتار
جنہیں ذکر کیلئے رب نے یہ کہا
واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا

Marfat.com

الغرض رب کائنات کی محبت میں گم رہنے والے وہ

مدنی تاجدار

چھوڑ کے گھر بار

ہوئے ساکن غار

برائے یاد یار

برائے ذکر پروردگار

پھر کیسے ممکن ہے کہ جو دنیا اور احوال دنیا سے، گھر اور اہل خانہ سے بے نیاز ہو کر رب کائنات کے ذکر میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ اپنی اہلیہ سے سوال کرے من انت وہ جواب بھی دے کہ انا عائشہ تو پھر سوال ہو کہ من عائشة؟ عائشہ کون؟ جواب ملے عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ تو پھر نیا سوال ہو کہ من ابو بکر جواب ملے کہ ابوبکر ابن ابی قحافہ یعنی وہ ابوبکر جو ابی قحافہ کا بیٹا ہے تو زوجہ محترمہ حال کا یہ حال دیکھ کر محو حیرت ہو جائے اللہ کی یاد اور محبت میں مستغرق ہو جانے کا یہ کیسا حال ہے۔ اذان ہوتی تو ایسا لگتا کہ آپ اپنے گھر والوں میں سے کسی کو نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں یوں گم ہو کر کسی اور معاملے یا حال کی کیا خبر ہو سکتی ہے اور ایسی شخصیت کسی اور کی طرف باوجود کوشش کے اس خاص کیفیت میں کیسے مائل ہو سکتی ہے؟ کیونکہ آپ سب سے کٹ کر اللہ کی یاد میں محو ہوا کرتے تھے۔ اس وقت کوئی فرشتہ ہو یا انسان وہ اپنے رب کے ذکر میں محو حبیب کبریا پر کیسے اثر انداز ہو سکتا ہے؟

'ما انا بقاری' کے حوالے سے جہاں تک مجھ ناچیز کو مختلف توجیہات سے شناسائی حاصل ہوئی مجھے ایک توجیہہ بہت پیاری لگی اور وہ میرے استاد محترم حضرت علامہ محمد معراج الاسلام صاحب نے منہاج البخاری میں فرمائی ہے۔ بہتر ہے اس کا اسی محبت بھرے انداز میں ذکر کرنے کے بعد بات کو آگے بڑھایا جائے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"کچھ ناداں اور نامہربان لوگ اس عبارت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اصول وضوابط اور عشق و دانش کی نظر میں یہ ترجمہ بالکل ناموزوں اور قطعی بے محل ہے کیونکہ واضح سی بات ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تختی، کاغذ یا سلیٹ پر لکھی

Marfat.com

ہوئی عبارت نہیں لے کر آئے تھے کہ حضور ارشاد فرماتے کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یہ تو وہی کہتا ہے جس کے سامنے کوئی کتاب پیش کی جائے اور وہ مروجہ طریق پر پڑھا ہوا نہ ہو۔

مگر جناب جبریل امین علیہ السلام تو زبانی وحی پہنچانے کیلئے تشریف لائے تھے اور ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب زبان تھے نہ پڑھ سکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ جبریل امین کے الفاظ دہرا سکتے تھے اس کے ادا کئے ہوئے کلمات پڑھ سکتے تھے جو بعد میں آپ نے پڑھے بھی اس لئے اب جواب کا یہ مطلب بیان کرنا کہ میں پڑھا ہوا نہیں غلط ہے اس لئے تقاضائے حال کے مطابق اس کا ترجمہ یوں ہوگا ''میں نہیں پڑھتا'' اب اس کی وجہ کیا تھی تو وہ غور وفکر اور نسبت ومحبت کے ذریعے تلاش کی جاسکتی ہے ممکن ہے بے شمار وجوہات ہوں اور ان میں سے ایک وہ ہو جو اوپر بیان کر دی گئی ہے کہ محبوب حقیقی کے حسن میں محویت سے باہر آنا گوارا نہ تھا اور طبع مبارک کی طلب اور ترجیح یہ تھی کہ استغراق کی یہ حسین کیفیت برقرار رہے مگر چونکہ جبریل امین کو اپنا فریضہ ادا کرنا تھا اس لئے اس نے بار بار مضائقہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

پس اے اہل دل -
ایک نکتہ گیا ہے مل

اور وہ یہ کہ جب غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم محوِ ذکر پروردگار تھے تو اس وقت جبرائیل نے کہا اپنے رب کے نام سے پڑھئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب کی محبت اور ذکر میں اس قدر محو تھے کہ فرمایا 'ما انا بقاری' میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔

ایک مثال پر توجہ مزکور کیجئے کہ اگر کوئی ماہر استاد کسی کام میں انتہائی لگن کے ساتھ مصروف ہو اور کوئی ہے کہ یہ لکھا ہوا پڑھ اور وہ جواباً کہے کہ میں نہیں پڑھ سکتا تو اس سے پڑھنے کی استطاعت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وقت کے نہ ہونے کا اظہار پایا جاتا ہے کہ میں نہایت مصروف ہوں اور میرے پاس پڑھنے کا وقت نہیں نہ کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔

'ما انا بقاری' کا معنی مراد لینے میں مقام نبوت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے تو جب اس لفظ کے دیگر معانی مراد ہو سکتے ہیں تو بہتر ہوگا اس کا وہ معنی کیا جائے جو ایمان اور عشق و

Marfat.com

محبت کے قریب تر ہو۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کی استطاعت کی نفی کے بجائے وقت کی نفی مراد لی جائے تو بہتر ہوگا تو ان الفاظ کو اس معنی میں سمجھا جائے کہ میرے پاس وقت ہی نہیں کہ میں پڑھ سکوں یعنی میں تو اپنے تمام تر لمحات اور تمام گھڑیاں ذکر الٰہی کیلئے وقف کئے بیٹھا ہوں۔

اب اگر لفظ ،اقراء، پر غور کریں یہ لفظ قرآن کی پہلی وحی کا پہلا لفظ ہے اور یہی پہلی وحی کا پہلا لفظ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاری ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ یہ لفظ جبریل کا نہیں اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ جبرئیل سے اپنے بندے کو کہلوا رہا ہے کہ پڑھ اپنے رب کے نام سے۔

رب کائنات کا قانون ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ۔ اللہ تعالیٰ کسی پر کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جس کی وہ آدمی استطاعت نہ رکھتا ہو اور محبوب کو مشقت میں ڈالنا تو ہرگز گوارا نہیں جیسا کہ فرمایا:

مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی۔ ''ہم نے قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں مبتلا ہو جائیں۔''

جبرائیل کے بھینچنے میں حکمت:

یاد رہے کہ جبرائیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھینچنے سے پہلے 'اقراء' کہا نہ کہ بعد میں جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اگر بھینچنے سے ہی اس صلاحیت کا منتقل کرنا مقصود تھا تو پھر اقراء کہنے سے پہلے اس عمل کو سرانجام دیا جاتا لہٰذا جبرائیل علیہ السلام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھینچنا کسی فیض منتقل کرنے کی دلیل نہیں اور نہ ہی آپ کے اندر پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی دلیل ہے بلکہ بھینچنے کی دو حکمتیں یا وجوہات بیان کی گئی ہیں ایک تو عام ہے اور وہ یہ ہے کہ اس عمل سے جبرائیل کا مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔

دوسری وجہ بندہ ناچیز کے نزدیک جبرائیل کو طاقت و قوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کرنا تھا، جبریل ایک طاقت ور فرشتہ ہے۔ اس نے تین مرتبہ پورا زور لگایا لیکن میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ بھی نہ ہوا حالانکہ اگر یہی جبرائیل عام بشر کو نظر آ جائے تو بشر بے ہوش ہو وگرنہ ذرا سی پھونک مارنے سے عام بشر کا کام تمام ہو جائے تو کس طرح خوبصورت

Marfat.com

انداز میں رب کائنات نے جبرائیل کو طاقت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ظاہر فرما دیا۔

یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قدر روحانی وجسمانی طاقت ہے تو کلام ربی آپ پر نازل کیا گیا ورنہ یہ تو وہ کلام ہے اگر اسے سخت ترین پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو اللہ کے خوف سے وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ لیکن آپ قرآن پاک کے نزول کے باوجود اپنے حال پر قائم رہے۔ یہاں پر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو کس قدر عظیم اور اعلیٰ طاقت سے نوازا گیا۔

غار حرا اور اس سے قبل شق صدر کا ہونا اس بندہ مسکین ثبتہ اللہ علی الحق والیقین کے نزدیک اس لئے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو اس قدر طاقت ور بنا دیا جائے کہ آپ قرآن پاک جیسی روحانی طاقت سے معمور کتاب کو با آسانی سینے میں سمیٹ لیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے جبرائیل نے آیات قرآنی سے معمور کر دیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ اور معراج کے وقت شق صدر کا مقصد ناچیز کے نزدیک بھی یہ تھا کہ آپ کے قلب اقدس کو مزید طاقت ور بنایا جائے تاکہ آپ انوار الٰہیہ کے جلال کو برداشت کر سکیں اور ایسا ہی ہوا۔ (واللہ اعلم)

الغرض بھینچنے کے عمل سے جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت وطاقت سے آگاہ ہوا۔

قوت کا مظہر ہمارا نبی
ہے طاقت کا پیکر ہمارا نبی
جس میں سما جائے کلام ربی
رکھتا ہے وہ قلب اطہر ہمارا نبی

کسی نے کیا خوب کہا؟

ہمارے ہلائے تو تنکا بھی نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائیں کوہ و دمن پھول

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ '' اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ عنقریب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھائیں گے پس آپ بھولیں گے نہیں

Marfat.com

سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔''

یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو پڑھنا سکھایا ہے اور ایسا کامل کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف سے بھولنے تک کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھول نہیں سکتے بلکہ بھلائے جا سکتے ہیں۔ بھولنے میں اور بھلائے جانے میں بڑا فرق ہے۔ بھولنے میں بھولنے کے فعل کا فاعل خود بھولنے والا ہے لیکن، بھلانے میں فاعل بھولنے والا نہیں بلکہ خود بھلانے والا ہے۔ لہٰذا ہر کسی کا بھولنا عیب ہو سکتا ہے ہم اسے نسیان سے تعبیر کر سکتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھولنا عیب نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل الٰہی کا ایک انداز ہے۔

یعنی یہ ایک حقیقت ہے کہ

عالم بھولے تو بھولنا عیب
فاضل بھولے تو بھولنا عیب
مفسر بھولے تو بھولنا عیب
مقرر بھولے تو بھولنا عیب
ولی بھولے تو بھولنا عیب
متقی بھولے تو بھولنا عیب

لیکن اگر

نبی بھولے تو بھولنا لا ریب

یاد رکھیے پڑھنا، پڑھانا، لکھنا، سیکھنا

یہ سب باتیں علم ہی کا حصہ ہیں اور انسان کی فضیلت کا سبب بھی تو علم ہی ٹھہرا ہے اور تمام فضیلتوں کا مجموعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو ہیں۔

معرفت پاؤ رب کے فرمان سے
سنو یہ پیام تم بڑے دھیان سے

Marfat.com

یہ نکتہ واضح ہے خود قرآن سے
کہ پڑھنا سیکھا ہے آپ ﷺ نے رحمان سے
نادانوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پڑھ نہ کہنا
نہ لینا فکر تم خبیث شیطان سے
آپ ﷺ علم کی حقیقتوں سے ہوں ماورا
توبہ کرو ایسے گندے گمان سے
علم کی خیرات ملی ہے سب کو
ان صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ذیشان سے
ان کا علم میں کوئی ہم پلہ نہیں
کہتا ہے ہارون یہ یقین و ایمان سے

جبرائیل امین ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استاد نہیں بعض غفلت میں سمجھ بیٹھے کہ اقراء کہنے کے بعد جبریل صلی اللہ علیہ وسلم بالواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استاد ہے ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ اگر ڈاکیا کسی کو آ کے خط دے اور کہے کہ اس خط کو پڑھو تو یہ لازم نہیں آتا کہ خط موصول کرنے والے کو پڑھنا نہیں آتا۔ ڈاکیا اگر اپنے صاحب سے جسے وہ خط دے، کہے کہ پڑھئے تو وہ کبھی استاد نہیں بن جاتا۔ جیسے اگر کنڈیکٹر ڈرائیور سے کہے خدا کے نام سے گاڑی چلایئے تو وہ ڈرائیور کا استاد نہیں بن جاتا بلکہ خادم ہی رہتا ہے۔ لہٰذا جبرائیل اقراء کہنے کے باوجود میرے آقا کا خادم رہا استاد ہرگز نہیں بنا۔ میرے آقا کا معلم خود رب کائنات ہے جو واضح فرما چکا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ''اور جو آپ نہیں جانتے تھے وہ اس (اللہ) نے آپ کو سکھا دیا۔''

آپ کا مدرسہ عرش معلی ہے۔ آپ کی نسشت او ادنی ہے اور آپ کی سند خاتم الانبیاء ہے۔

قرآن آپ کا اس کے قاری آپ ہیں
شاگرد خدا اے محبوب باری آپ ہیں

☆☆☆☆☆

Marfat.com

چوتھی کرن

بشریت مصطفیٰ ﷺ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

''اے حبیب! کہہ دیجئے کہ (ظاہر صورت میں) بے شک میں تمہاری مثل بشر ہوں''

Marfat.com

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

بشر کی تعریف:

امام راغب اصفہانی ''مفردات القرآن'' میں لکھتے ہیں۔

''البشرۃ کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح کے ہیں، مبشرۃ کی جمع بشر یا ابشار آتی ہے اور اسی سے انسان کو بشر کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے اس کے برعکس دیگر حیوانوں کی کھال اون، بال یا پشم ہوتی ہے۔''

آگے مزید لکھتے ہیں۔

قرآن میں جہاں کہیں انسان کی جسمانی بناوٹ اور ظاہری جسم کا لحاظ کیا ہی تو ایسے موقع پر خاص کر اسے بشر کہا گیا جیسے فرمایا:

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا۔

''اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا۔''

بشریت انبیاء اور کفار کا رویہ:

قرآن پاک کی کئی آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کفار و مشرکین نے انبیاء کے بشر ہونے پر اعتراض کیا، مختلف الزامات لگائے اور اطاعت سے رُخ موڑ لیا۔ چند ایسی آیات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(۱) ''کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھی نوح علیہ السلام کی قوم عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے انہیں اللہ ہی جانے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے (یعنی تعجب کرنے لگے) بولے ہم منکر ہیں اس کے جو تمہارے پاس بھیجا گیا اور جس راہ کی طرف ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں وہ شک ہے کہ بات کھلنے نہیں دیتا ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے آسمان اور زمین کا بنانے والا تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے کچھ گناہ بخشے اور موت کے مقررہ وقت تک

Marfat.com

تمہاری زندگی بے عذاب کاٹ دے بولے تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے باز رکھو جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لے آؤ ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔" (ابراہیم آیت ۸ تا ۱۱)

(۲) "اور ظالموں نے آپس میں خفیہ منشورہ کیا کہ یہ کون ہیں ایک تمہی جیسے آدمی تو ہیں۔ کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔" (الانبیاء آیت ۳)

(۳) "تو ان (نوح علیہ السلام) کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم نے تو یہ اگلے باپ داداؤں میں سے نہ سنا۔" (المؤمنون آیت ۲۴)

(۴) "کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔" (المؤمنون آیت ۳۳، ۳۴)

(۵) "تم (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) فرماؤ کہ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔" (بنی اسرائیل آیت ۹۳)

(۶) "تو اس (نوح علیہ السلام) کی قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تو تمہیں اپنے جیسا ہی آدمی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔" (ہود آیت ۲۷)

درج بالا آیات کے تراجم کو پڑھنے کے بعد کفار و مشرکین کی سوچ اور فکر کے درج ذیل انداز سامنے آتے ہیں۔

۱۔ باپ دادا کے دین کی بقا کیلئے انبیاء کی بشریت اور مثلیت کو محاذ بنا کر عجیب وغریب مطالبات کرتے حیرانی کی بات ہے ایک طرف تو وہ انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہتے لیکن مطالبات وہ کرتے جو عام بشر کے اختیار میں ہو ہی نہیں سکتے۔ انسان ہونے کے باوجود انبیاء کی نبوت کو نہیں مانتے تھے لیکن پتھر سے بنے بتوں کو خدا ماننے کیلئے رضا مند تھے۔

Marfat.com

۲۔ جب وہ کسی نبی کو اپنے جیسا آدمی کہتے لیکن اگر وہ کوئی معجزہ دکھا دیتا تو اسے جادوگر قرار دیتے۔

۳۔ بعض اوقات وہ اس غم میں بشریت ومثلیت کا رونا روتے تا کہ کہیں نبوت کی وجہ سے یہ ہم پر فضیلت حاصل نہ کرے اور یہ عمل اکثر سرداروں کا تھا۔

۴۔ کبھی وہ انبیاء کی نبوت کو نہ ماننے کے چکر میں کہتے کہ اللہ چاہتا تو ہم پر فرشتے اتارتا لیکن یہ تمام باتیں نبوت کو نہ ماننے کا راستہ ہموار کرنے کا بہانہ تھیں اگر فرشتے آ بھی جاتے تو ایسے لوگ ایمان پھر بھی نہ لاتے کیونکہ ان کا مقصد اپنے کفر کا دفاع تھا نہ کہ ایمان قبول کرنے کا جذبہ۔

۵۔ مذہبی ٹکراؤ یا بحث میں انبیاء اپنی نسبت اللہ کی طرف کرتے اور توحید پر زور دیتے کفار ومشرکین انہیں اپنی مثل قرار دینے کے بعد اپنے کفر اور باپ دادا کے دین کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے۔

۶۔ کفار ومشرکین نے ہمیشہ بشریت ومثلیت کی رٹ لگائے رکھی انبیاء کے فضائل و کمالات مان لیتے تو پھر کافر نہ رہتے مسلمان ہو جاتے۔

۷۔ نبی کو اپنی مثل سمجھنا ظلم ہے۔

کیا مثلیت سے حقیقت ایک ہو جاتی ہے؟:

سونا ایک دھات ہے تو لوہا بھی ایک دھات جب دھات کا لفظ استعمال ہوگا تو دونوں شمار ہوں گے لیکن حقیقت میں لوہا سونے کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ہیرہ بھی پتھر ہے اور مرمر بھی پتھر ہے لیکن دونوں کی قیمتوں اور اہمیت میں بہت بڑا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مثلیت اور مقام وعظمت کے فرق کو جانچنے کیلئے واضح کر دیا۔ فرمایا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ.

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں۔

زمین پر چلنے والے گروہوں میں گدھے، خنزیر درندے وغیرہ سب کے گروہ شامل ہیں تو کیا امم امثالکم کے الفاظ کی بدولت وہ اور گروہ انسان ایک ہو گئے حالانکہ انسان احسن تقویم اور اشرف المخلوقات ہے اور مومنین کو تو کنتم خیر امۃ کہا گیا۔ پھر کیسے

Marfat.com

ممکن ہے کہ نبی بشر مثلکم کہہ کر ہمارے جیسا ہو جائے۔ حالانکہ اس کے بشری اوصاف اور کمالات میں کوئی دوسرا بشر شامل نہیں۔

خیر البشر کے اوصاف کا کچھ تذکرہ:

آیئے اس خیر البشر کے اوصاف کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں جس نے انسانوں سے کہا آنا بشر مثلکم۔

ا۔ سر اور بال مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر بڑا لیکن نہایت ہی موزوں تھا اور خوشنما تھا، سر مبارک کے بال دراز نہ زیادہ گھنگھریالے اور نہ بالکل سیدھے، بالوں کی درازی کے متعلق تین مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں (ا) کانوں کی لوتک (ب) کانوں کے نصف حصہ تک (ج) دونوں کندھوں کو اوپر سے چھوتے ہوئے۔

بالوں کی کیفیت مختلف حالتوں میں مختلف ہوتی جب کبھی تیل لگا کر کنگھی کرتے تو لمبے معلوم ہوتے اور جب تیل نہ لگاتے اور کنگھی نہ فرماتے تو چھوٹے لگتے تھے آپ ہمیشہ مانگ نکالتے تھے۔

نکتہ:

عام انسانوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں فرق ہے اس لئے کہ کوئی انسان بطور تبرک اپنے بال یوں تقسیم کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا جس طرح آپ فرماتے آپ کے موئے مبارک سے برکتیں حاصل کی گئیں آپ کی زلفوں کو قرآن نے والیل کہا کیا کوئی ایسا بشر ہے جس کے بالوں کی یہ شان ہو؟ ہر گز نہیں۔

۲۔ چہرہ اقدس:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس گول مائل بہ درازی رخساروں میں اعتدال چہرہ، گوشت سے بھرا ہوا تھا اور نہ بالکل گول مول کیونکہ یہ دونوں باتیں معیار حسن کے خلاف ہیں آپ کے رخسار مبارک تو ایسے صاف تھے اور اتنے ہموار کہ چودھویں رات کا چاند چمکتا ہوا

Marfat.com

دکھائی دیتا۔ اللہ پاک نے آپ کے رخ انور کو والضحیٰ فرمایا کیا کسی اور بشر کی یہ شان ہے؟

۳۔ ردائے اطہر:

تاجدار انبیا علیہ السلام کے ردائے اطہر کی چمک دمک اور لطافت و ملاحت کی بابت یوں کہنا مناسب ہے۔

قرن الملاحسة حسنه
والخسن صار قرينه

حسن نے خوبصورتی کو اپنے ساتھ ملایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصاحب بن گیا۔

۴۔ رنگ مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا رنگ مبارک سفید مائل بہ سرخی اور گندم گوں تھا۔ بعض کے مطابق سمرۃ سے مراد بھی حمرہ یعنی سرخی ہے۔

۵۔ پیشانی مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کشادہ اور نورانی تھی ایسے لگتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔

۶۔ بھنویں مبارک:

حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بھنویں دراز اور کمان کی مانند خمدار تھیں جن کے بال گتھے اور آپس میں گھنے ہوئے تھے بھنوؤں کا درمیان والا حصہ بالوں سے خالی تھا البتہ اس جگہ ایسے باریک بال تھے کہ دیکھنے والوں کو بھنویں پیوستہ نظر آتی تھیں ان کے درمیان ایک باریک سی رگ تھی جو جلال کے وقت متحرک ہو جاتی تھی۔

۷۔ آنکھیں مبارک:

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بے حد حسین اور بڑی بڑی تھیں لیکن اتنی بڑی نہیں کہ باہر کو نکلی ہوئی ہوں یا اتنی چھوٹی کے اندر کو دھنسی ہوئی معلوم ہوں، آنکھوں کا رنگ سفید تھا جس میں سرخ ڈورے تھے اسے عربی میں اشکل العین کہتے ہیں الغرض حضور صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سیاہ سرگیں اور پلکیں دراز تھیں سرمہ کے بغیر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سرمہ پہنے ہوئے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے جیسے روشنی میں نیز پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے جیسے آگے کی طرف۔

کسی نے کیا خوب کہا:

دراں حرف کاں باغ داشت
مگر چشم اوکحل مازاغ داشت

"باغ کو نرگس کی زیبائی حاصل ہے لیکن ہمارے نبی کی آنکھوں میں مازاغ کا سرمہ تھا۔"

۸۔ ناک مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک مبارک خوبصورت لمبی اور درمیان سے ابھری ہوئی تھی۔

۹۔ دہن مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک فراخ تھا۔

۱۰۔ دانت مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک صحیح وسالم اور سب کے سب روشن تھے سامنے کے دانت کشادہ تھے جن سے وقت کلام نور جھلکتا تھا۔

۱۱۔ ہونٹ مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک پتلے اور نرم تھے چہرہ اقدس پر اکثر اوقات بشاشت وکشادگی کے آثار دکھائی دیتے۔

۱۲۔ ریش مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک گھنی اور بڑی تھی جس سے سینہ مبارک بھر جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریش مبارک کو طول وعرض سے مٹھی بھر کٹواتے تھے۔

۱۳۔ مونچھیں مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مونچھوں کے بارے میں روایت ہے کہ جوں ہی لبوں سے

Marfat.com

بڑھتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کتروا لیتے تھے لیکن سبالہ نہیں کرتے تھے، نچلے ہونٹ کے نیچے کے بالوں کو منڈوانے یا نہ منڈوانے کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی لیکن ظاہر یہ ہے کہ انہیں نہ منڈوانا چاہیے۔ گلے کے نیچے کے بالوں کی بھی یہی صورت تھی۔

۱۴۔ کان مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کان مبارک سالم اور مکمل تھے۔

۱۵۔ گردن مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک چمکدار معتدل صاف اور شفاف تھی جیسے ہرن کے بچے کی گردن۔

۱۶۔ سینہ مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چوڑا تھا حضرت عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں:

زسر سینہ اش جامی الم نشرح لک برخواں

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کی شان مین سورہ الم نشرح پڑھو۔

۱۷۔ شکم مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک سینہ کے برابر اور ہموار تھا جب بیٹھتے تو پیٹ میں شکم پڑ جاتی سینہ اقدس سے ناف تک بالوں کی ایک سیدھی لکیر تھی اس کے علاوہ پیٹ اور سینہ پر بال نہ تھے بازو کندھوں اور پنڈلیوں کے بال لمبے اور سیاہ تھے لیکن بدن کی سفیدی پھر بھی جھلکتی تھی

۱۸۔ بغلیں مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلیں مبارک اور تمام جوڑ لطیف مطہر اور صاف وشفاف تھے۔

۱۹۔ پشت مبارک:

حضور تاجدار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک بہت صاف شفاف اور روشن تھی جیسے پگھلی ہوئی چاندی۔

Marfat.com

۲۰۔ مہر نبوت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان یعنی بائیں کندھے کی نرم ہڈی کے اوپر مہر نبوت تھی جو موٹے مروارید یا کبوتر کے انڈے کے برابر تھی اس کا رنگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کی طرح تھا اس میں اللہ وحدہ لاشریک لکھا ہوا تھا ترمذی شریف میں ہے کہ اس میں چند بال بھی تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جوڑوں کی ہڈیاں موٹی اور مضبوط تھیں ہاتھ بازو پنڈلیاں اور ران گوشت سے بھری ہوئی اور نرم تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے خوش بدن تھے کہ ہاتھ لگانے والوں کو تسکین اور راحت محسوس ہوتی تھی ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پاؤں نرم گوشت سے پر تھے، پاؤں کے تلوے ایسے روشن تھے جیسے عرش بریں پاؤں کے تلوے ہاتھ کی ہتھیلیوں کی طرح گوشت سے پر تھے ان میں تھوڑی سی جگہ خالی تھی جو چلتے وقت ظاہر ہوتی تھی جب آپ قدم زمین پر رکھتے یا اوپر اٹھاتے تو وہ خالی جگہ چھپ جاتی تھی زمین پر قدم مبارک مکمل طور پر چسپاں ہو جاتے تھے۔ ''صحیح القدمین'' میں آیا ہے کہ دونوں قدم صاف اور ہموار تھے ان میں کسی قسم کی شکستگی اور میل کچیل نہ تھی ان پر پانی ڈلتا تو ٹھہرتا نہیں تھا پاؤں مبارک کی تمام انگلیاں برابر تھیں پنڈلیاں دوسرے اعضا کی نسبت پتلی تھیں جن میں گوشت نسبتاً کم تھا۔

۲۱۔ قد مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا جو نہ چھوٹا تھا اور نہ بہت اونچا لیکن لمبے لمبے قد والے کے مقابلے میں بلند و بالا دکھائی دیتا تھا جب کوئی طویل القامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا یا ساتھ چلتا تھا تو آپ اس سے اونچے نظر آتے آپ چلتے تو زمین آپ کے لیے سمٹی جاتی تھی۔

عبدالحق محدث دہلوی نے چلنے کے دس طریقے بیان کیے ہیں ان میں سے ایک ہون ہے آپ اس طریقے سے چلتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ فرقان میں اس طریقے سے چلنے کو اپنے بندوں کی علامت قرار دیا ہے۔

Marfat.com

۲۲۔ سایہ مبارک:

بعض نے کہا کہ آپ کا سایہ تھا نوادرالاصول میں حکیم ترمذی نے اس سلسلے میں روایت فرمائی اور بعض کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

۲۳۔ رفتار مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک کا یہ انداز تھا کہ جب چلتے تو نہایت قوت و طاقت سے قدم اٹھاتے اور جب زمین پر قدم رکھتے تو معلوم ہوتا گویا آپ نیچے اتر رہے ہیں۔

۲۴۔ پسینہ مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک نہایت خوشبودار تھا لوگ شادی بیاہ میں اسے لے جاتے اور اس کا ایک قطرہ تیل وغیرہ میں ملا کر استعمال کرتے اس کی خوشبو عطر اور کستوری سے بھی زیادہ دلکش تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس گھر میں تشریف لے جاتے یا جس گلی کوچے سے گزرتے وہ جگہ دیر تک خوشبو سے مہکتی رہتی تھی۔

۲۵۔ فضلات مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب اور فضلا زمین نگل لیتی اور زمین خوشبو سے مہک جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سراپا کا نقشہ ایک عاشق نے یوں کھینچا ہے۔

میانہ قد، سبک رفتار، صورت نور کا پیکر بہت مضبوط
بے حد دلربا اور خوشنما اعضا نہ فربہ اور نہ ذبلا جسم
دلکش نقرئی رنگت کشادہ سینہ، ہلکی پنڈلیاں،
پر گوشت دست پا بڑا سر، بال قدرے گھنگھریالے کان تک لمبے،
گھنی ریش مبارک، روئے زیبا، ماہ دو ہفتہ سیاہ
و سرمگیں آنکھیں، بڑی پلکیں، گھنے ابرو، تبسم زیرلب،
دندان اقدس گوہر یکتا، سفید و سرخ چہرہ،

Marfat.com

نور سے معمور پیشانی

نگہ جس سے ہو آسودہ، وہ پیارا ناک ونقشہ

کشادہ پشت پر شانیں کے بیچ دائیں کو برابر نیم بیضہ کے، نشان مہر نبوت کا۔

میں نے اس پیکر بشریت ونورانیت کی بشریت کا پورا نقشہ بیان کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعضائے مبارک کی شان سے آگاہی حاصل کی۔ کیا کوئی ہستی ایسی ہے جس کی شان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی شان کو بھی چھو سکے۔ بشریت کی رٹ لگانے والوں سے میں پوچھتا ہوں بتلائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا رب نے۔

کسی کے رخ زیبا کو والضحیٰ کہا؟

کسی کی سیاہ زلفوں کو واللیل اذا سجی کہا؟

کسی کے ہاتھوں کو خود ید اللہ کہا؟

کسی کے پھینکنے کے عمل کو ولکن اللہ رمیٰ کہا؟

کسی کی زبان کے قول کو وحی یوحیٰ کہا؟

کسی سے فانک بِاَعْیُنِنَا کہا؟

کسی کو سرعرش اپنے پاس بلایا؟

کسی کو یاایھا المزمل، یٰسین اور طٰہٰ کہا؟

تو پھر تم کیونکر اس نبی کو اپنی مثل سمجھتے ہو

جس کے کان عرش پر بلالؓ کے قدموں کی صدا سنتے ہیں

جس کی آنکھوں کو ماذاغ البصر وما طغٰی کہتے ہیں

جس کے دل کی شان میں ماکذب الفواد ماریٰ آیا

جس کے در کی چوکھٹ پہ جبریل بار بار آتا تھا

جس کے دندان مبارک سے نور چمکتا تھا

Marfat.com

جس کا پسینہ کائنات میں مہک بکھیرتا ہے
جس کے لعاب نے کھاری پانی میٹھا کر دیا تھا
جو زمین پر بیٹھے حوض کوثر کو دیکھتا تھا
جو زمین سے جنت کا پھل توڑ سکتا تھا

یہ سب باتیں پیش نظر رکھ کر فیصلہ کریں کہ کیا وہ ہم جیسے بشر تھے؟

سونے کی اینٹ اور مٹی کی اینٹ دونوں کیلئے لفظ اینٹ استعمال ہو گا لیکن دونوں کی کیفیت و قیمت میں زمین آسمان کا فرق ہو گا لفظ بشر میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشروں میں شریک ہیں لیکن اپنی حقیقت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شریک نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں چوپائیوں کو بھی انسانوں کی مثل کہا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا کیا کوئی انسان گدھے جیسا کہلائے گا ہرگز نہیں مثلاً صرف اس لیے ہیں کہ وہ بھی جان رکھتے ہیں اور انسان بھی جان رکھتا ہے مگر دونوں میں واضح فرق موجود ہے۔ آپ نے کفار سے یہ فرمایا کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں لیکن اپنے صحابہؓ سے سوال فرمایا کہ تم میں سے میری مثل کون ہے میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے لہٰذا آپ کی بشریت ہی پر نظر ٹھہرانا ابوجہل و ابولہب کا طریقہ ہے اور آپ کی بشریت سے آگے نورانیت کو دیکھنا یہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل ایمان کا طریقہ ہے۔

ارباب نظر کو کوئی ایسا نہ ملے گا
انسان تو مل جائیں گے انؐ جیسا نہ ملے گا
تاریخ ڈھونڈے گی اگر ثانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

☆☆☆☆☆

Marfat.com

پانچویں کرن

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ

”بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں“

Marfat.com

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ

اللہ رب العزت قادر مطلق اور خالق کائنات ہے۔ اس نے انسان کے لئے ہزار ہا نعمتوں کو پیدا فرمایا جن کا شمار ہمارے حساب و کتاب سے باہر ہے مگر یہ ایک قانون قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے حصول کیلئے الگ الگ اشیاء کو پیدا فرمایا۔ تمام تر نعمتیں اسی کی ہیں مگر اس نے ہر نعمت کے حصول کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنایا ہے۔ اور انسان ان نعمتوں کے حصول کے لئے قدرت کی طرف سے متعین کردہ مقامات سے ہی استفادہ کرتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو وہ نعمتوں کے حصول سے قاصر رہے۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے دھوپ کو سورج میں رکھا اب دھوپ سورج کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی بلاشبہ ہم دھوپ کے حصول کے لئے سورج کے محتاج ہیں۔ دودھ ہماری ضرورت ہے مگر اسے کسی چشمے یا کنویں سے حاصل نہیں کیا جاسکتا، کنواں یا چشمہ پانی کا ذریعہ ہیں دودھ کا نہیں۔ اناج اور خوراک ہماری ضرورت ہیں جنہیں ہم کھیتی باڑی سے حاصل کرتے ہیں اور اس کے لئے رب العزت نے زرخیز زمین ہمیں عطا کی ہے سمندروں میں کھیتی باڑی کبھی نہیں ہوسکتی۔

جس طرح ہمارے لئے مادی ذرائع لازمی ہیں اور ان کے حصول کے ذریعے رب العزت نے عطا کردیئے۔

اسی طریقے سے ہمیں اپنے وجود کی بقاء اور آخرت میں کامیابی کے لیے روحانی ذرائع کی بھی ضرورت ہے ہم مختلف روحانی ظاہری اور باطنی نعمتیں کہاں سے لیں۔ اس کا جواب خود سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث پاک سے موصول ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا کرنے والا ہے۔

اللہ کس کو عطا کرتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سب کو عطا کرتا ہے تو پھر سوچنا ہوگا کہ آیا سب

Marfat.com

کو بالواسطہ عطا کرتا ہے یا بلاواسطہ اور اگر بالفرض بلاواسطہ عطا کرتا ہے تو پھر اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ سے کیا مراد ہے؟ پھر لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانے تقسیم کرنے کی کیا ضرورت؟ لہٰذا یہ ایک سچی بات ہے کہ جس کو جو ملا ہے اور جو ملتا ہے اور جو ملے گا وہ سرور کائنات کے صدقے سے ملتا ہے۔ یعنی

ستاروں کی دمک ملی تو مصطفیٰ کے صدقے سے
سیاروں کی چمک ملی تو مصطفیٰ کے صدقے سے
ماہتاب کی چاندنی ملی تو مصطفیٰ کے صدقے سے
آفتاب کی تیرگی ملی تو مصطفیٰ کے صدقے سے
دریا کی لہریں ملی تو مصطفیٰ کے صدقے سے
فلک کی چھتری ملی تو مصطفیٰ کے صدقے سے
زمین کی طشتری ملی تو مصطفیٰ کے صدقے سے
مکین ومکاں ملے تو مصطفیٰ کے صدقے سے
زمین و آسمان ملے تو مصطفیٰ کے صدقے سے
دین و ایمان ملا تو مصطفیٰ کے صدقے سے
ارے قرآن ملا تو مصطفیٰ کے صدقے سے
سارا جہاں ملا تو مصطفیٰ کے صدقے سے
بلکہ رحمان ملا تو مصطفیٰ کے صدقے سے

پھر بھی، پھر بھی، پھر بھی

اگر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا اور لینا شرک ہے صرف خدا ہی سے مانگا اور لیا جائے۔

ان کی سوچ پہ عقل دنگ ہے
یہ تو خدا سے کھلی جنگ ہے

Marfat.com

کیونکہ اگر

دودھ ملے گائے سے تو شرک نہیں، پانی ملے چشمے سے تو شرک نہیں، معدنیات ملیں کوہسار سے تو شرک نہیں، گل ملیں گلزار سے تو شرک نہیں، روشنی ملے آفتاب سے تو شرک نہیں، چاندنی ملے ماہتاب سے تو شرک نہیں، اگر ان وسائل کو ذریعہ بنا کر خدا کی نعمتیں حاصل کرنا شرک نہیں تو مقصود کائنات کو وسیلہ بنا کر خدا کی نعمتوں کو حاصل کرنا بھی شرک نہیں۔

رب کی محبت در مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے۔
تمیز عبدیت در مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے۔
توحید کی معرفت در مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے۔
ساری شریعت در مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے۔

تقسیم کرنے والا:

وہ کیسا تقسیم کرنے والا؟

اللہ تعالیٰ نے خزانوں کی کنجیاں جس کی جھولی میں ڈال دی ہیں۔ صاحب بصیرت لوگ جانتے ہیں کہ تالہ کھلوانے اور کوئی چیز نکلوانے کیلئے تالے والے سے نہیں بلکہ چابی والے سے رجوع کیا جاتا ہے۔

میرا مطالبہ بھی یہی ہے کہ آؤ خدا کے خزانوں کی چابیاں رکھنے والی سرکار سے رابطہ کریں تاکہ ہمیں بھی خزانوں سے کچھ نہ کچھ عطا ہو ورنہ محروم ہی رہنا پڑے گا۔ اس لئے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اور یہ چابیاں دو قسم کی ہیں

اوّل جنہیں قرآن نے مفاتیح کہا۔
ثانیاً جنہیں قرآن نے مقالید کہا۔

Marfat.com

لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتداء حرف میم سے ہے اور انتہا لفظ ''دال'' پر ہے تو اچھی طرح سمجھ لے کہ مفتاح کی میم اور مقالید کی 'دال' اس پر دال ہے کہ خزانوں کی ابتداء بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور خزانوں کی انتہا بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جو ان خزانوں سے کچھ پانے کا طلب گار ہوا وہ اگر

علی تھا تو باب العلم بن گیا
عمر تھا تو فاروق اعظم بن گیا
عثمان تھا تو منبعِ حلم بن گیا
ابو بکر تھا تو صدیقوں کا معلم بن گیا

یہ خزانے اب بھی بٹ رہے ہیں اور کبھی ختم نہ ہوں گے اور اگر تیرا اعتقاد ختم ہو گیا تو پھر کیا کرے کوئی یہی کہا جا سکتا ہے۔

اے واعظ تجھے ہوا کیا ہے؟
تیرے مرض کی دوا کیا ہے؟

☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

چھٹی کرن

نورانیت مصطفیٰ ﷺ

قَدْ جَآئَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ

”تحقیق تمہاری طرف اللہ کی طرف سے نور آ گیا“

Marfat.com

قَدْ جَآئَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ

درج بالا آیت کریمہ میں نور سے مراد درج ذیل تین چیزیں لی گئی ہیں۔

۱۔ ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ قرآن مجید

۳۔ دین اسلام

مختلف مفسرین کا نکتہ نظر:

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کے حوالے سے چند مفسرین کا نکتہ نظر ذیل میں بیان کرنا مناسب ہوگا۔

۱۔ نصر بن محمد سمرقندی:

آپ اپنی تفسیر ''تفسیر سمرقندی'' میں لکھتے ہیں۔

''نور سے مراد گمراہی سے روشنی ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، نور وہ ہے جس سے چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور آنکھیں اس کی حقیقت کو دیکھتی ہیں، قرآن کو نور کہا گیا ہے کیونکہ وہ قلوب میں نور کی طرح واقع ہوتا ہے اس لئے کہ جب قرآن دل میں جاگزین ہوتا ہے تو اس سے بصیرت حاصل ہوتی ہے''

۲۔ امام فخر الدین رازی:

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱۔ نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

Marfat.com

۲۔ نور سے مراد اسلام ہے۔

۳۔ نور سے مراد قرآن ہے اور کتاب مبین سے مراد بھی قرآن ہے یہ ضعیف قول ہے کیونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسلام اور قرآن پر نور کا اطلاق بالکل واضح ہے کیونکہ نور ظاہر وہ چیز کہلاتی ہے جس سے آنکھ ظاہر اشیاء کا ادراک قوت سے کرتی ہے اور نور باطن وہ چیز کہلاتی ہے جس سے بصیرت، حقائق اور معقولات کا ادراک قوت سے کرتی ہے۔''

۳۔ محمد نعیم الدین مراد آبادی:

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ''خزائن العرفان'' میں رقمطراز ہیں۔

''سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریکی کفر دور ہوئی اور حق کی راہ واضح ہوئی۔''

۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری:

ملا علی بن سلطان محمد القاری شرح شفاء میں لکھتے ہیں۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ آپ اندھیروں سے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں بعض مفسرین کا قول ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے یہ دونوں قرآن کے اوصاف ہیں اور عطف کیلئے لفظی تغایر کافی ہے اس کے مقابل یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ دونوں الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور عظیم ہیں کیونکہ انوار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کامل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب مبین ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رموز کی جامع ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم احکام واحوال واخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں''

۵۔ علامہ سید محمود آلوسی:

علامہ سید محمود آلوسی ''تفسیر روح المعانی میں نقل فرماتے ہیں۔

''نور سے مراد عظیم نور ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ہیں۔ قتادہ کا مذہب یہی ہے اور یہی زجاج کا مذہب ہے۔ ابوعلی جبائی نے کہا نور سے مراد قرآن ہے کیونکہ وہ ہدایت و یقین کے طریقوں کا انکشاف کرتا ہے اور انہیں ظاہر کرتا ہے اس صورت میں نور پر کتاب مبین کے عطف پر یہ اعتراض ہوگا کہ عطف تغائر کو چاہتا ہے اور جب دونوں سے مراد قرآن ہے تو تغایر کیسا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر عنوان کا تغایر کافی ہے معطوف علیہ میں قرآن کو نور سے تعبیر کیا ہے اور معطوف میں اس کو کتاب مبین سے تعبیر کیا ہے اور عنوان کا تغایر تغایر بالذات کے قائم مقام کیا گیا ہے اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہاں بھی صحت عطف کیلئے عنوان کا تغایر کافی ہوگا اور نبی پر نور اور کتاب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں''

۶۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ''جامع البیان'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے اہل تورات اور اہل انجیل کو خطاب کر کے فرمایا۔ تمہاری طرف نور اور کتاب مبین آ گئی۔ نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنہوں نے حق کو روشن کیا اسلام کو ظاہر فرمایا اور کفر کو مٹایا اسی نور کے سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ باتیں بیان فرما دیتے جن کو یہودی چھپاتے تھے اور کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جس نے ان چیزوں کو بیان کر دیا جن میں ان کا اختلاف تھا مثال کے طور پر توحید الٰہی۔ حلال و حرام اور بیان شریعت اور وہ کتاب قرآن پاک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پر نازل فرمایا جن میں دین سے متعلقہ احکامات کو بیان فرمایا۔''

بہر حال جمہور مفسرین کے نزدیک نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن پاک ہے۔

کیا نور سے مراد آپ کی ذات کا معنوی نور ہے یا حسی نور یا نور ہدایت یہ تو خلاصہ درج بالا عنوانات کا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے مقام کے تعین کے حوالے سے بیان ہوا

Marfat.com

ہے لیکن مجھ ناچیز کے نزدیک ایک لفظ اور ہے اور وہ ہے ''نور کامل'' یعنی حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی ذات نور کامل ہے اور نور کے دیگر تمام پہلو اس کے ضمن میں آجاتے ہیں۔

مخلوق کے نور ہونے پر چند قرآنی دلائل:

ظلمت کے مقابل اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق پیدا کی اور نور کہلاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

۱۔ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ (بقرہ ۲۶۸)
وہ (اہل ایمان) کو نکال لے جاتا ہے اندھیروں سے روشنی کی طرف۔

۲۔ هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيَاتٍ ۢبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ۔ (الحدید ۹)
وہی ہے جس نے اپنے بندے پر روشن آیات نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔

۳۔ هُوَالَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَا نُوْرًا (یونس ۵)
اور وہی اللہ ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا۔

۴۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ ○ (الصف ۸)
کافروں کا ارادہ ہے کہ وہ پھونکوں سے نور الٰہی کو مٹا ڈالیں اور اللہ اپنے نور کو تمام کر کے چھوڑے گا۔

۵۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ يَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (الرعد ۱۶)
آپ فرما دیں کہ کیا برابر ہو جائیں گے اندھا اور بینا یا کیا برابر ہو جائیں گی اندھیریاں اور اجالا۔

۶۔ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ۱۶)
اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ بنایا۔

نورانیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی دلائل:

۱۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ (مائدۃ ۱۵)
تحقیق تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ گیا نور اور روشن کتاب

Marfat.com

اس آیت میں نور سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ایک اعتراض اور جواب:

بعض لوگ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن لیتے ہوئے اس کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ان دونوں الفاظ کی طرف بعد میں آنی والی آیت میں ایک ہی ضمیر استعمال کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

يَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ

جواب: اس اعتراض کا جواب انتہائی آسان اور خود قرآن میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (توبہ۶۲)

جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود جدا جدا ہیں مگر رضا میں وحدت پائی جاتی ہے اس طرح قرآن اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وجود جدا جدا ہیں مگر ہدایت کا سبب بننے میں دونوں میں وحدت پائی جاتی ہے۔

۲۔ نورانیت و بشریت کے جمع ہونے کی قرآنی مثال:

آیا کیا نور اور بشر یا نورانیت و بشریت ان کا جمع ہونا ممکن ہے یا کہ نہیں ہے اس حوالے سے قرآن پاک کی درج ذیل آیت کریمہ ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔(مریم) پس ہم نے اسے (جبرائیل کو) مریم کیلئے بعینہ بشر بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نور کو بشریت کے سانچے میں ڈھال دیا اور یہ شک ختم ہوا کہ آیا یہ دو چیزیں ایک وجود میں جمع ہو سکتی ہیں۔ جبرائیل نے صرف حضرت مریم کو فیض دینا تھا۔ اور اس کی خاطر بشر بن کر آئے کیونکہ وہ خود بشر تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری کائنات کے بشروں کو فیضیاب کرنا تھا لہٰذا آپ کے نور کا بشریت کے سانچے میں

Marfat.com

ڈھلنا عین ضرورتِ بشریت ہے۔

۳۔ مٹی اور نور کے جمع ہونے کی مثال:

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر کی تخلیق مٹی سے معرض وجود میں آئی۔ کیا دنیا میں جلوہ گر ہونے سے پہلے آپ کا نور ہونا پیکر بشریت بن کر دنیا میں آنے کے منافی ہے؟ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ مٹی سے پیدا فرمایا۔

خطیب ابوربیع نے اپنی کتاب شفاالصدور میں لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو یہ حکم دیا کہ وہ زمین پر جائیں اور زمین کے قلب سے مٹی لے آئیں چنانچہ جبرائیل کے ساتھ جنت کے فرشتے اور رفیق اعلیٰ کے فرشتے بھی گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ سے سفید نورانی مٹی لائے۔ اس مٹی کو جنت کی نہروں کے پانی سے گوندھا گیا یہاں تک کہ وہ سفید موتی کی مانند ہوگئی اس مٹی میں نور تھا اور عظیم شعاع تھی اور تمام مخلوق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو پہچان لیا پھر جب اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت میں رسول کے سادہ خلقت کی مٹی رکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت میں اس مٹی کی آواز پرندوں کی آواز کی طرح سنی۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اے میرے رب یہ کیسی آواز ہے؟ فرمایا گیا۔ یہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح ہے۔ وہ آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو تمہاری پشت سے نکالے گا تم میرے وعدے اور میثاق پر قائم رہنا اور ان کو صرف پاکیزہ رحموں میں رکھنا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا میں تیرے عہد اور میثاق پر قائم ہوں اور انہیں صرف پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ عورتوں میں ہی رکھوں گا جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں چمکتا تھا اور فرشتے ان کے پیچھے صف باندھے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور سبحان اللہ کہتے۔''

چنانچہ معلوم ہوا کہ آپ کے وجود مسعود کیلئے مثالی مٹی کا انتخاب کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا قرآن سے ثابت ہے اور بشر کا مٹی سے پیدا کیا جانا بھی قرآن سے

Marfat.com

ثابت ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں اور نور بھی ہیں۔ مٹی سے بنے وجود کو ہم لوگ نور کہتے ہیں کیا قرآن میں اس کی دلیل ہے ہاں یہ بندہ مسکین ثبتہ اللہ بالحق والیقین کہتا ہے کہ اس کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱۔ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (یونس۵۵)

''وہی (اللہ) ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا۔''

۲۔ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا (نوح۱۶)

''اوران (آسمانوں) میں چاند کو روشن کیا۔''

یہ ایک حقیقت ہے بلکہ اب تو سائنس کے تجربے سے ثابت شدہ حقیقت ہے کہ چاند مٹی کا بنا ہوا ہے اور ٹھوس ہے اور وہ زمین کا جدا ہونے والا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو نور فرمایا اس لئے کہ وہ روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے اور لوگوں میں تقسیم کرتا ہے وگرنہ یہ روشنی اس کی اپنی نہیں ہے۔ اگر چاند نور ہے تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نور ہیں جن کی ذات سے انوار کو نکلتے ہوئے صحابہ نے کئی بار دیکھا۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراجِ منیر ہیں:

سورج کیلئے قرآن پاک میں ضیاء کا لفظ استعمال ہوا علاوہ ازیں سورج کو سراج بھی کہا گیا ہے۔ سورج سراج اس لئے ہے کہ یہ بذاتِ خود روشن ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو روشنی سے نوازا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن نے سراج منیر کہا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (احزاب:۴۶)

پورے قرآن پاک میں جہاں تک میں نے پڑھا کہیں بھی قرآن کو سراج منیر نہیں کہا گیا۔ لہٰذا جسے صرف نور و منیر کہا گیا اسے نور مانا جائے اور جسے نور سراج اور منیر کہا گیا ہے اسے نور نہ مانا جائے یہ انصاف کا قتل نہیں تو اور کیا ہے؟

Marfat.com

۵۔ اللہ کے نور کی مثال:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے نور کی مثال یوں بیان فرمائی ہے:

مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ (نور ۳۵)

اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا ہے نہ پچھم کا۔

سید نعیم الدین مراد آبادیؒ فرماتے ہیں۔

''اللہ کے نور سے مراد یا تو قلب مومن کی وہ نورانیت ہے جس سے وہ ہدایت پاتا ہے بعض مفسرین نے اس سے مراد قرآن لیا ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد سید کائنات افضل موجودات حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

آگے لکھتے ہیں کہ:

''اس تمثیل کے کئی معانی بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ نور سے مراد ہدایت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت غایت ظہور میں ہے کہ عالم محسوسات میں اس کی تشبیہ ایسے روشن دان سے ہوسکتی ہی جس میں صاف شفاف فانوس ہو اس فانوس میں ایسا چراغ ہو جو نہایت ہی بہتر اور مصفی زیتون سے روشن ہو کہ اس کی روشنی نہایت اعلیٰ اور صاف ہو اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تمثیل نور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی روشندان تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ شریف ہے اور فانوس قلب مبارک اور چراغ نبوت کہ شجر نبوت سے روشن ہے اور اس نور محمدی کی روشنی و اضائت اس مرتبہ کمال ظہور پر ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونا بیان نہ بھی فرمائیں جب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ روشندان تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا

Marfat.com

سینہ مبارک ہے اور فانوس قلب اطہر اور چراغ وہ نور جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا ہے کہ شرقی ہے نہ غربی نہ یہودی ہے نہ نصرانی ایک شجرہ مبارک سے روشن ہے وہ شجر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں نور قلب ابراہیم پر نور محمدی نور پر نور ہے۔" (خزائن العرفان)

نورانیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث سے دلائل:

مرحلہ اوّل میں ہم نے چند وہ قرآنی دلائل ذکر کیے ہیں جو وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی عکاسی کرتے ہیں ذیل میں وہ احادیث نقل کی جائیں گے جن سے نورانیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بابی انت و امی اخبرنی عن اول شی خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذالک النور یدور باالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذالک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار و لا ملک ولا سماء و ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی فلما اراد اللہ ان یخلق الخلق قسم ذالک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن

کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ حضور نے فرمایا اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انس (کوئی بھی) نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نے نور کے چار حصے کیے پہلے حصہ سے قلم، دوسرے سے لوح محفوظ

Marfat.com

الثانی اللوح و من الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول حملة العرش و من الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملئکة ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول السمٰوٰت و من الثانی الارضین و من الثالث الجنة والنار ثم قسم الرابع اربعه اجزاء فخلق من الاول نور ابصار هم و من الثانی نور قلوبهم و هی المعرفة بالله من الثالث نور انسبهم و هو التوحید لااله الا الله محمد رسول الله

ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق الشمس من جزء و خلق القمر من جزء والکواکب من جزء و اقام الجزء الرابع۔

فی مقام الرجاء اثنی عشر الف سنة ثم جعله اربعة اجزاء فخلق العقل من جزء والعلم والحلم من جزء و اقام الرابع فی مقام الحیاء اثنی عشر الف سنة ثم نظر الیه فنشرح النور عرقا فقطر منه مائة الف و عشرون الفا واربعة

تیسرے سے عرش پیدا کیا اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے پہلے حصہ سے حاملین عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے باقی فرشتے پیدا کئے اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کئے پہلے حصے سے زمینیں تیسرے سے جنت دوزخ پیدا کئے اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے پہلے حصے سے (مومنوں کی) آنکھوں کا نور دوسرے سے ان کے دل کا نور جس سے اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں تیسرے سے ان کے انس و محبت کا نور اور وہ توحید ہے لااله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم پھر چوتھے حصے کے چار حصے کر دیئے پہلے سے سورج دوسرے سے چاند اور تیسرے سے تارے پیدا کئے اور چوتھے حصے کو مقام رجاء میں بارہ ہزار سال تک مقیم رکھا۔ پھر اس کے چار حصے کر دیئے پہلے حصے سے عقل دوسرے سے علم وحلم اور تیسرے سے عصمت وتوفیق پیدا فرمائی اور چوتھی حصے کو مقام حیا میں بارہ ہزار سال تک مقیم رکھا پھر اس کی طرف ایک ایسی نظر فرمائی کہ اس نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے جھڑے اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے نبی اور رسول پیدا فرمائے۔

Marfat.com

الاف قطرة فخلق الله من كل قطرة نبيناً و رسول ثم تنفست ارواح الانبياء فخلق الله من انفا سهم نور ارواح الاولياء و السعداء والشهداء والمطيعين من المومنين الى يوم القيامة فاالعرش والكرسى من نورى والكر و بيون والروحانيون من الملائكة من نورى و الملائكة السمٰوت السبع من نورى والجنة وما فيها من النعيم من نورى و الشمس والقمر والكواكب من نورى و ارواح الانبياء والرسل من نورى والشهداء واسعداء والصالحين من نتائج نورى ثم خلق الله اثنى عشر حجاباً فا قام النور و هو الجزء الرابع فى كل حجاب الف سنة وهى مقامات العبوديه و هى حجاب الكرامة والسعادة والزينة والرحمة والرافة والحلم والعلم والوقار والسكينة والصبر والصدق و

پھر انبیائے کرام کی ارواح نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سانس سے قیامت تک ہونے والے سعدا شہدا اور اطاعت کرنے والے مومنوں کی ارواح کے نور کو پیدا فرمایا عرش و کرسی میرے نور سے ہے کروبین اور روحانیین فرشتے میرے نور سے ہیں اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے ہیں جنت اور اس کی ساری نعمتیں میرے نور سے ہیں سورج، چاند اور ستارے میرے نور سے ہیں۔

سعداء شہداء اور صالحین میرے نوری بچوں سے ہیں پھر اللہ نے بارہ حجاب پیدا فرمائے۔ اور نور کے چوتھے حصے کو ہر حجاب میں ایک ہزار سال تک مقیم رکھا اور وہ مقامات عبودیت ہیں اور وہ کرامات، سعادت زینت رحمت رافت علم، حلم، وقار، سکون، صبر، صدق، اور یقین کے حجابات ہیں پھر اس نور نے ہر حجاب میں ایک ایک ہزار سال عبادت کی پھر وہ نور حجابات میں سے نکلا تو اللہ نے اس کو زمین پر رکھا تو وہ مشرق اور مغرب کے درمیان اس طرح چمکتا تھا جس طرح اندھیری رات میں روشن چراغ ہو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی

Marfat.com

اليقين مقبد الله ذالك النور في كل حجاب الف سنة فلما خرج ذالك النور من الحجب ركبه الله في الارض فكان يضيئ منه بين المشرق والمغرب كالسراج في الليل المظلم ثم خلق الله آدم من الارض وركبه فيه النور في جبهته ثم انتقل منه الى شيث ولده وكان ينتقل من طاهرالى طاهر ومن طيب الى طيب الى ان وصل الى صلب عبد الله بن عبد المطلب ثم اخرجني الى الدنيا فجعلني سيد المرسلين و خاتم النبيين ورحمة للعالمين و قائد الغرا المحجلين هذا كان بدء نور نبيّك يا جابر۔

سے پیدا کیا اور اس نور کو ان کی پیشانی میں رکھا پھر وہ نور ان سے منتقل ہو کر ان کے بیٹے شیث علیہ السلام میں آیا اس طرح وہ نور طاہر سے طاہر کی طرف اور طیب سے طیب کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے صلب میں آیا پھر اللہ نے مجھے دنیا کی طرف نکالا اور مجھے سید المرسلین خاتم النبین رحمۃ اللعالمین اور قائد الغرالمحجلین بنایا یہ ہے تیرے نبی کے نور کی ابتداء اے جابر۔

(الدرد البہیۃ، علاوہ ازیں امام قسطلانی اور علامہ محمد بن عبدالباقی نے بھی اس حدیث کو مختصر کر کے ذکر کیا)

۲۔مطالع المسرات، کی حدیث:

علامہ مہدی الفاسی ”مطالع المسرات“ میں حدیث نقل فرماتے ہیں:

اوّل ما خلق الله نوری و من نوری خلق كل شیء

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

Marfat.com

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا عمر تم جانتے ہو میں کون ہوں پھر خود فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا پس اس نور نے اللہ کے حضور سجدہ کیا، وہ سجدہ سات سو سال تک جاری رہا اور اللہ کی بارگاہ میں سب سے پہلے میرے نور نے سجدہ کیا۔ (جواہر البحار)

۴۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا فرمان:

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے جس رات اپنے لخت جگر کو جنم دیا ایک عظیم نور دیکھا جس کی بدولت شام کے محلات روشن ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ان کو دیکھ لیا۔'' اور فرماتی ہیں کہ جب مجھے زچگی والی حالت طاری ہوئی تو مجھے ستارے یوں لگے گویا وہ بالکل میرے قریب آ گئے ہیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے جنم دیا تو ایسا نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے سارا مکان اور حجرہ روشن ہو گیا حتیٰ کہ جدھر دیکھتی نور ہی نور نظر آتا۔ (الوفا)

۵۔ حضرت شفا رضی اللہ عنہا کا فرمان:

آپ فرماتی ہیں کہ:

''مجھ پر افق مشرق و مغرب اور تمام روئے زمین روشن ہو گیا اور شام کے بعض محلات میں نے دیکھے پھر میں لیٹ گئی تو مجھ پر تاریکی چھا گئی اور رعب و خوف محسوس ہونے لگا پھر ایک نور دائیں جانب سے دکھائی دیا اور آواز سنائی دی اس محبوب مولود کو تو کہاں لے گیا ہے۔ دوسری طرف سے جواب آیا مغرب کی سمت پھر دوبارہ مجھ پر تاریکی چھا گئی اور رونگٹے کھڑے ہو گئے اور دوبارہ بائیں جانب سے ایک نور نمودار ہوا اور آواز آئی اس مولود مسعود کو تم کہاں لے گئے ہو تو جواب آیا میں مشرق کی طرف لے گیا ہوں۔'' (الوفا)

Marfat.com

۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت:

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سامنے کے دانتوں کے مابین کشادگی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرتے تو اس میں سے نور نکلتا معلوم ہوتا۔ (ترمذی)

۷۔ حضرت ابوقر صافہ رضی اللہ عنہ کا بیان:

حضرت ابوقر صافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میں نے میری ماں نے اور میری خالہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی وقت میں بیعت کی جب واپس ہوئے تو میری ماں اور خالہ کہنے لگیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ و سلم جیسا خوبصورت، خوش لباس اور نرم گفتار نہیں دیکھا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے نور نکلتے ہوئے دیکھا۔ (طبرانی)

۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت:

آپ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یوسف کو حسن اپنی کرسی کے نور سے پہنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو حسن اپنے عرش کے نور سے بخشا۔'' (ابن عساکر)

۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتی ہیں کہ:

''سحری کے وقت میں سی رہی تھی کہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی میں نے تلاش کی مگر نہ ملی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو چہرہ انور کے نور سے مجھے سوئی مل گئی میں نے جب یہ بات آپ کو بتائی تو آپ نے فرمایا افسوس یہ اس پر افسوس ہے اس پر جو میرے چہرے

Marfat.com

کے دیدار سے محروم رہا۔''

(ابن عساکر)

۱۰۔ ذکوان کی روایت:

ترمذی ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں بنتا اور نہ ہی چاند کی روشنی میں اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرتاپا نور تھے۔

۱۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرا مبارک دیکھتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے سورج آپ کے چہرہ اقدس میں گردش کر رہا ہے۔

(خصائص کبریٰ)

۱۲۔ حضرت ربیع بن معوذ کا فرمان:

حضرت ربیع بن معوذ صحابیہ ہیں ان سے حضرت عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کریں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو دأیته دایت الشمس طالعة۔ اگر تم انہیں دیکھتے تو (گویا) سورج کو چمکتے ہوئے دیکھتے۔

(خصائص کبریٰ)

۱۳۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک کا فرمان:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں کہ ''جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشی اور مسرت کے آثار ظاہر ہوتے تو چہرہ اقدس ایسا چمکدار ہو جاتا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔''

(خصائص کبریٰ)

اسلاف کے اقوال:

چہرہ رسالت کے انوار سے متعلق احادیث کے بعد کچھ اسلاف کے اقوال کو ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کی نظر میں چہرہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیسا تھا؟

Marfat.com

۱۔ ملا علی قاری کا قول:

ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفیؒ فرماتے ہیں ''اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن پوری آب و تاب سے ظاہر ہوتا تو صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھنا مشکل ہوتا۔'' (جمع الوسائل بشرح الشمائل)

۲۔ عبدالحق محدث دہلوی کا قول:

عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک سے لے کر قدم مبارک تک نور تھے اگر آپ لباس بشری میں نہ ہوتے تو کسی کا آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کا ادراک ناممکن ہوتا۔'' (مدارج النبوۃ)

۳۔ امام فخر الدین رازی کا قول:

حضرت امام فخر الدین رازی کا فرمان ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک اس قدر نورانی تھا کہ جب اس کی چمک دیواروں پر پڑتی تو وہ چمک اٹھتیں۔'' (زرقانی)

۴۔ علامہ فاسی کا قول:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے گھر کو اپنے نورانی چہرا مبارک سے منور کر دیتے تھے۔''
(مطالع المسرات)

۵۔ علامہ یوسف نبہانی کا قول:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو مسکراتے تو گھر روشن اور منور ہو جاتا۔''
(جواہر البحار)

نورانیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آخری گزارش:

بیان کردہ احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کئی مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود سے نور نمودار ہوا اور ارد گرد روشن ہو گیا اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ و

Marfat.com

سلم کا نور پردوں میں چھپایا گیا تھا اگر پردے نہ ہوتے تو انوار کا عالم کیا ہوتا؟ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرتے ہیں وہ غور کریں کہ کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ اندھیرے میں قرآن کا ورق الٹا گیا تو اس میں سے روشنی ظاہر ہوئی حالانکہ بلاشبہ قرآن نور ہے۔ آخر انہیں نور کیوں نہیں تسلیم کرتے جن کے بدن سے اندھیروں میں چراغاں ہو گیا۔ اور مسکراہٹوں سے نور بکھرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو عین نور ہیں۔

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

☆☆☆☆☆

Marfat.com

ساتویں کرن

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ﷺ

''اے نبی آپ پر سلام ہو''

Marfat.com

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے قبل بھی صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے عنوان کے تحت بیان ہو چکا ہے کہ سلام رابطے اور تعلق کو بنانے اور مضبوط کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاسکتے یہاں تک کہ پورے مومن نہ ہو جاؤ اور یہ ممکن نہیں کہ جب تک تم میں باہم محبت نہ ہو جائے کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تمہارے درمیان محبت اور یگانگت پیدا ہو جائے، سلام کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔ (صحیح مسلم)

نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر سلام کی اہمیت کا یوں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ درود پڑھنا تو سنت ہے مگر سلام پڑھنا واجب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نہیں پڑھے گا اس کی نماز سلامت یعنی قابل قبول نہیں رہتی۔

حدیث پاک میں سلام کا یہ اسلوب بھی بتایا گیا ہے کہ چھوٹے بڑوں کو سلام کریں۔ بارگاہ نبوی کے سامنے ہم بہت چھوٹے ہیں اور ہمارے لئے خالق کی مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے ہیں لہٰذا خوب سلام پڑھنا اور بھیجنا اہل ایمان کا شعار ہے۔ سلام کرنے والے سے زیادہ ذمہ داری جواب دینے والے کی ہے کیونکہ سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو جو بھی سلام بھیجے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں اتنا سوچئے کہ دن میں صرف نمازیوں کی کس قدر تعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھتی ہے بیک وقت بے شمار سلاموں کا جواب یہ بھی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ ہمارے معاشرے کے بعض احباب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کے لئے حاضر کا صیغہ استعمال کرنے سے گھبراتے ہیں انہیں اس اصول کے تحت حاضر کا صیغہ استعمال کرنا چاہئے کہ جب انسان کو

Marfat.com

یقین ہو کہ اس کی آواز اس کے مخاطب تک پہنچ رہی ہے تو وہاں باوجود دوری کے بھی حاضر کا صیغہ استعمال کرتا ہے جیسے پاکستان سے کوئی دوست اپنے عرب میں مقیم دوست سے گفتگو کرے گا تو حاضر کے صیغے استعمال کرے گا غیب کے نہیں۔ چونکہ "السلام علیك ایھا النبی" نماز میں باقاعدگی سے پڑھا جاتا ہے بعض لوگوں کے خیال میں حالت نماز میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا مناسب نہیں حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان جس کا نام لے گا اور جس کا ذکر کرے گا اس کا خیال آئے گا۔ کسی سے تعلق کے تین طریقے ہیں خیال، خواب اور حقیقت۔ خیال یار اور ذکر کے ساتھ ضرور وابستہ ہے حالت نماز میں جس ہستی کا نام نماز کے اتمام وکمال کی علامت ہے اس کا خیال نماز کی معراج ہوگا نہ کہ نماز کو معاذ اللہ فاسد کرے گا ویسے بھی یاد کیلئے خیال یار سے کنارہ کش ہونا ممکن نہیں ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کے ساتھ اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت ہوا سے اپنے خیالات کی دنیا میں نقش آراء ہونے سے بچایا جائے جو لوگ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال آنے کے بارے میں عجب خیال رکھتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم جس وقت سنت نماز کی نیت کرتے ہو تو کہتے ہو چار رکعت نماز سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یقیناً رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ ان کا خیال بھی آتا ہوگا اگر وہ یہ جواب دیں کہ نیت تو نماز سے باہر ہے۔ چلو نماز کے اندر ہی جا کے دیکھ لیں۔ جب کہا "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین" یعنی بارگاہ ایزدی میں عرض کرتے ہیں کہ ان لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تو نے انعام کیا۔ اور اللہ کا انعام تو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین پر ہے۔ لہٰذا جب ان لوگوں کا راستہ طلب کیا جائے گا تو کیا

نبی کا خیال نہیں آئے گا؟

صدیقین کا خیال نہیں آئے گا؟

شہداء کا خیال نہیں آئے گا؟

Marfat.com

صالحین کا خیال نہیں آئے گا؟

اور اگر سورۃ فاتحہ مکمل کرنے کے بعد دیگر مقامات میں سے تلاوت کی تو بہت ساری آیات میں نبی کا ذکر ہوگا لہٰذا نبی کا خیال بھی آئے گا یعنی

واضحٰی کہا تو نبی ﷺ کا خیال

والیل اذا سجٰی کہا تو نبی ﷺ کا خیال

ماودعك ربك وما قلٰی کہا تو نبی ﷺ کا خیال

وللاخرۃ خیر لك من الاولٰی کہا تو نبی ﷺ کا خیال

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی کہا تو نبی ﷺ کا خیال

الم یجدك یتیما فاوٰی کہا تو نبی ﷺ کا خیال

والجنم اذاھوٰی کہا تو نبی ﷺ کا خیال

وما ینطق عن الھوٰی کہا تو نبی ﷺ کا خیال

ان ھو الا وحی یوحٰی کہا تو نبی ﷺ کا خیال

یا ایھا لمزمل کہا تو نبی ﷺ کا خیال

یا ایھا المدثر کہا تو نبی ﷺ کا خیال

یا ایھا الرسول کہا تو نبی ﷺ کا خیال

الم نشرح لك صدرك کہا تو نبی ﷺ کا خیال

ورفعنالك ذكرك کہا تو نبی ﷺ کا خیال

طٰہٰ کہا تو نبی ﷺ کا خیال

یٰسین کہا تو نبی ﷺ کا خیال

پھر یہی کہنا مناسب ہوگا کہ

ہویدا ہے کلام رب ذوالجلال سے
تو بچ نہیں سکتا کبھی نبی کے خیال سے

☆☆☆☆☆

Marfat.com

آٹھویں کرن

فضیلت درود وسلام

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

''اے ایمان والو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور خوب سلام پڑھا کرو''

Marfat.com

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

عبادات واذکار اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ عبادات مختلف انواع میں مشروط طریقوں سے بندوں پر فرض کی گئی ہیں۔ ملائکہ بھی ہمہ وقت مصروف تقدیس وتسبیح الہیہ ہیں نماز، روزہ حج، زکوۃ وغیرہ عبادات انسانوں کے لیے خاص ہیں فرشتوں کی بابت نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بعینہ انسانوں کی طرح عبادات کرتے ہیں تاہم ایک عمل ایسا ہے جو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا پھر فرشتوں کی طرف منسوب کیا پھر اہل ایمان کی طرف اور وہ عمل ہے درود وسلام، درود وسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے رشتہ مضبوط کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ نے درود سے بڑھ کر سلام کی تاکید کی ہے۔

قرآن کی نسبت صاحب قرآن سے تعلق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں لیکن تاجدار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں، دس مرتبہ اللہ رحمت بھیجتا ہے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں درود وسلام کے بے شمار فضائل ہیں تاہم چند پیش خدمت ہیں۔

ا۔ دیندار کی نشانی درود:

محمد بن حمدان نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَلَا دِيْنَ لَهُ — جو مجھ پر درود نہیں پڑھتا اس کا کوئی دین نہیں۔

۲۔ آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں:

احمد اور ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

Marfat.com

مَامِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلٰی الا رَدَّاللّٰہِ اِلَیَّ روحی حتی ارد الیه السلام

کوئی ایسا مسلمان نہیں جو کہ مجھ پر سلام بھیجے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس سلام کا جواب دیتا ہوں۔

۳۔ قربتِ محمدی کا ذریعہ:

ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان اولی الناس بی یوم القیامة اکثر ھو علی صلوۃً

بے شک قیامت کے دن انسانوں سے میرے قریب وہ شخص ہوگا جو کثرت سے مجھ پر درود پڑھے۔

۴۔ امت کا سلام آپ تک پہنچتا ہے:

نسائی اور ابن حبان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان للہ ملائکة سیاحین یبلغون عن امتی اسلام۔

بے شک اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

۵۔ نیکیوں کے حصول کا ذریعہ:

مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

من صلی علی مرة واحدہ کتب لہ بھا عشرۃ حسناتٍ

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اس کے لیے ۱۰ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

۶۔ آدابِ مسجد:

ابن حبان میں حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے:

اذ دخل احد کم المسجد

جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو پس وہ

Marfat.com

فلیسلم و علی النبی فلیقل	نبی پر سلام بھیجے پھر کہے اے اللہ میرے لیے
اَللّٰھُمَّ افتح لی ابواب رحمتك	اپنی رحمت کے دروازے کھول دے پس
فاذا خرج فلیسلم علی النبی	جب خارج ہو تو نبی پر سلام بھیجے پھر کہے
فلیقل اَللّٰھُمَّ اجرنی من النار	اے اللہ مجھے آگ سے بچا۔

۷۔ قبولیتِ دعا کا سبب:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ترمذی میں روایت ہے:

ان الدعا موقوف بین السماء	بے شک دعا زمین اور آسمان کے درمیان
والارض لا یصعد من شیء حتی	لٹکی رہتی ہے جب تک تیرے نبی پر درود نہ
تصلی علی نبیك۔	بھیجا جائے۔

۸۔ درود و سلام کا اعزاز:

مسند احمد میں عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکلے میں ان کے پیچھے ہولیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نخلستان میں داخل ہوئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا سجدہ کیا حتیٰ کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی ہے میں دیکھنے کے لیے آگے بڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا اے عبدالرحمٰن تمہیں کیا ہو گیا ہے میں نے اندیشہ ظاہر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان جبرئیل قال لی الا ابشرك ان	بے شک جبریل نے مجھ سے کہا کہ کیا میں
اللہ یقول من صلی علیك	آپ کو خوشخبری نہ سناؤں کہ بے شک اللہ تعالیٰ
صلیت علیه و من سلم	فرماتا ہے جو تجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا میں
علیك سلمت علیه۔	اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔

Marfat.com

۹۔ کثرت درود وجہ بخشش:

ترمذی، حاکم اور مسند احمد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں آپ پر درود پڑھتا ہوں بتایئے درود کی مقدار کیا رکھوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قدر تو چاہے عرض کی ۴/۱ فرمایا جتنا تو چاہے اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے عرض کی ۲/۱ فرمایا جتنا تو چاہے زیادہ کرے تو بہتر ہے عرض کی میں تمام وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان یکفی همك و یغفرلك ذنبك۔ پھر تو یہ تیرے مقاصد کو پورا کرنے اور تیرے گناہوں کی بخشش کے لیے کافی ہے۔

۱۰۔ جنت کا راستہ:

طبرانی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ذکرت عنده فخطیی الصلاة علی خطی طریق الجنة۔ جس کے پاس میرا ذکر ہوا پس اگر وہ مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا تو وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

۱۱۔ بیماریوں کا علاج:

طبرانی میں حضرت ابورافع سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا طَنَّتْ اُذُنُ اَحَدِکم فَلْیَذکرنی وَالیصَلِّ عَلَیَّ۔ کسی کا کان شاں شاں کرنے لگ جائے تو اسے چاہے کہ مجھے یاد کرے اور مجھ پر درود پڑھے۔

۱۲۔ آپ ﷺ درود سنتے ہیں:

طبرانی ہی میں حضرت ابی درداء سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس من عبد یُصَلّی عَلَی اِلَّا کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے اور

Marfat.com

بَلَغَنِی صَوْتُهٗ حیثُ کَان قُلْنَا وَ بَعْدَ وَ فَاتِكَ قَالَ وَ بَعْدَ وَفَاتِی ان اللّٰه حرم علی الارضِ ان تَاکُلَ الاجسادِ الانبیاء۔

اس کی آواز مجھ تک نہ پہنچے ہم نے کہا کہ آپ کی وفات کے بعد؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میری وفات کے بعد بھی اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجساد کو کھانے کو حرام کر دیا۔

۱۳۔ آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں:

علامہ سخاوی قول بدیع میں سلیمان بن سحیم سے نقل کرتے ہیں میں نے خواب میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جو لوگ دربار پر حاضر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتے ہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سمجھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں سمجھتا ہوں اور جوابِ سلام دیتا ہوں۔

۱۴۔ حجرہ شریف سے آپ ﷺ کا جوابِ سلام:

مولانا ذکریا اپنی کتاب فضائل درود وسلام میں رقمطراز ہیں کہ ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں کہ میں حج سے فارغ ہوا مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو جواب حجرہ شریف سے سنا وعلیک السلام۔

۱۵۔ دلوں کی صفائی کا ذریعہ:

امام سخاوی القول البدیع میں حدیث نقل کرتے ہیں:

لِکُلِّ شَیْءٍ طَهَارَةٌ وَ غُسْلٌ وَطَهَارَةُ قُلُوبِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الصَّدَاءِ الصَّلٰوۃ

ہر چیز کے لیے طہارت اور غسل کا سامان ہے اور مومنین کے دلوں کی زنگ سے صفائی (کا ذریعہ) درود ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

نویں کرن

آداب رسالت

لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو''

Marfat.com

لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ایمان کے باب کا ایک اہم عنوان تاجدار انبیاء علیہ السلام کی بارگاہ کا بے پناہ ادب و احترام ہے۔ میرے نزدیک انسان کے عقائد و نظریات کی تصحیح کا بہترین علمبردار ادب اور تعظیم ہے جو کہ محبت کے نتیجے مین پیدا ہوتا ہے۔ یعنی ادب اور محبت مل کر عقیدے کی اصلاح میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جب دل ادب سے مزین ہو جائے تو سوچ کا زاویہ بدل جاتا ہے۔ ہم اگر تاریخ کے آئینے میں جھانکیں تو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم میں ادب و تعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو رنگ نظر آتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ کسی بھی پیشوا کا ادب اس کے کارکنوں پر لازم ہوتا ہے لیکن بارگاہ نبوی کا ادب تو خود رب کائنات نے سکھایا ہے جس سے اس کی اہمیت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا:

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو اس خوف سے کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو“

یاایھا الذین امنوا. کا خطاب اولاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہے اور قابل توجہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو منع فرما دیا کہ وہ ایک دوسرے کو جیسے بلاتے ہیں ویسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلائیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ادب سے نہیں بلاتے ہوں گے؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ادب سے نہیں بلاتے ہوں گے؟ یقیناً صحابہ اپنے دیگر دوستوں کو یعنی ایک دوسرے کو ادب سے بلاتے تھے لیکن رب کائنات نے انہیں اس بات سے منع فرما دیا کہ وہ جیسے اپنے دوسرے ساتھیوں کو بلائیں ویسے سرکار دو عالم کو نہ بلائیں۔ معلوم ہوا

Marfat.com

کہ جو ادب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کرتے تھے وہ ادب بارگاہ رسالت کیلئے کافی نہیں اس بارگاہ کا ادب بھی اس کے شایانِ شان ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی بے ادبی کتنی بڑی گمراہی اور ضلالت ہے اور کس قدر نقصان دہ ہے اس بات کا اندازہ اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے کہ اعمال صالحہ جو انسان کیلئے سرمایہ آخرت ہیں وہ تمام کے تمام ضائع کر دیئے جاتے ہیں یعنی بے ادب کا کوئی عمل قابل قبول نہیں اور آخرت میں سوائے ذلت کے اس کیلئے کوئی ثمر نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کامیابی کا راز ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (اعراف)

پس جو اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اس کی عزت کی، اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوئے۔

الغرض تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا ادب دینی تعلیمات کا بنیادی حصہ ہے۔ موجودہ دور میں امت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں اگر ہم اس ادب کی جھلک اپنے اندر پیدا کر لیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود رہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آداب رسالت کے کئی واقعات میں سے کچھ بطور حوالہ کے درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مکہ سے مدینہ تشریف فرما ہوئے صحابہ کرام راہوں میں آپ کے والہانہ استقبال کیلئے موجود تھے سب کی خواہش تھی کہ آپ ان کے گھر کو شرف مہمانی عطا فرمائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اعزاز کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کیلئے مقدر کر دیا تھا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری سواری کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے حکم یافتہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کی مہار ڈھیلی چھوڑ

Marfat.com

رکھی تھی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے آگے جا بیٹھی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا گھر دو منزلہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آنے جانے والوں کی سہولت کیلئے آپ رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچے والی منزل میں ٹھہرایا جائے اور خود اوپر والی منزل میں ٹھہرنا مناسب سمجھا۔ جب آپ اوپر کی منزل پر تشریف لے گئے تو اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ کیا ہم اس چھت پر ہیں جس کے نیچے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں تمام رات میاں بیوی نے جاگ کر گزار دی صبح تاجدار انبیاء کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے کہ ہم نے تمام رات جاگ کر گزاری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں؟ تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے اوپر والی منزل پر رہنے کے آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملائکہ آتے ہیں مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے میں اوپر والی منزل میں کبھی بھی نہیں رہوں گا جس کی نچلی منزل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر والی منزل میں تشریف لے گئے اور حضرت ابوایوب نیچے والی منزل میں آ گئے۔ (مواہب لدنیا)

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر طے فرما رہے تھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سرکش اونٹ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے آگے نکل جاتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند کو ڈانٹا اور حکم دیا کہ کوئی سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے آگے نہ نکل جانے پائے۔ (بخاری)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی نیت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کو کھینچ کر آگے اپنے برابر کر لیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں محو ہو گئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس دوران پیچھے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس سے پیچھے ہٹنے کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں میری کیا مجال کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں علم وفہم میں باکمال ہونے کی دعا دی۔

(اصابہ)

۴۔ کھیل میں آداب رسالت کی مثال:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے آپس میں باہم تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ وہاں حضور تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو اسماعیل تیر پھینکو کیونکہ تمہارا باپ تیر انداز تھا اور میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں جبکہ دوسری طرف موجود گروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مد مقابل ہونے کو خلاف ادب سمجھا اور فوراً رک گئے تاجدار انبیاء نے پوچھا کہ تیر کیوں نہیں پھینکتے؟ تو وہ لوگ عرض گزار ہوئے ہم اب مقابلہ کیوں کریں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (صحیح بخاری)

۵۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے ہر لمحے ہر موقع پر سرور انبیاء علیہ السلام کی بارگاہ کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھا اور ادب کی حیران کن اور اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ ایک صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار کیا کہ آپ عمر میں بڑے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت عثمان غنی جو کہ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے تھے، نے بارگاہ رسالت مآب کا ادب کرتے ہوئے جواب دیا کہ بڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں البتہ عمر میری زیادہ ہے۔

(جامع ترمذی)

Marfat.com

۶ ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کا ارادہ فرمایا حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ وہ ان لوگوں کو اطلاع کریں کہ ہم لوگ لڑائی کیلئے نہیں آ رہے ہے بلکہ ہمارا مقصد عمرہ کرنا ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کفارِ مکہ تک پہنچایا۔ گفت وشنید کے بعد کفار نے حضرت عثمان غنی کو طواف کی اجازت دے دی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہیں کر پاتے آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اگر میں سارا سال بھی وہاں پر رہتا تو تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا طواف نہ کرتا۔ (درمنثور)

بیعت رضوان کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جس ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس ہاتھ سے کبھی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ادب کی اعلیٰ مثال:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمر بھر اپنی آنکھوں سے کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں دیکھا کسی نے جب پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جن آنکھوں سے چہرہ رسالت دیکھتا ہوں ان سے شرمگاہ کو دیکھنا از روئے ادب مجھے گوارا نہیں ہے۔ (مقاماتِ نبوت)

۷۔ بسترِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا تجدید صلح حدیبیہ کے لئے مدینہ منورہ میں آئے اور اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ملنے گئے جو ایمان قبول کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آ چکی تھیں، گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھا ہوا تھا ابوسفیان نے بیٹھنا چاہا لیکن بیٹی نے بسترِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ بیٹھنے دیا اور بستر کو سمیٹ لیا اور جب حضرت ابوسفیان نے سبب پوچھا تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ تم مشرک ہو اور بستر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھنے کے قابل نہیں۔ (نزہتہ القاری)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

دسویں کرن

علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ

''اور سکھا دیا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے''

Marfat.com

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ

علم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور اس کا فضل ہے شخصیت کو معاشرے میں اعلیٰ مقام عطا کرنے میں ایک بہترین کردار علم کا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی علمی برتری کی وجہ سے انہیں سجدہ کیا گیا اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت عطا کی اور ایک ایسے علم سے نواز جس سے ملائکہ محروم تھے۔ حضور تاجدار انبیا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم سے سرفراز فرمایا جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اور اس عطا کردہ علم کو فضل عظیم سے تعبیر کیا۔ لامحدود علوم کا سرچشمہ یعنی قرآن پاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں اتارا۔ بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے علوم کو انسانیت کے سامنے ظاہر فرما دیتے جن کا تصور بھی عام انسان کی دسترس سے باہر ہے۔

بدبختی بے ایمانی اور جہالت ہر دور میں بعض انسانوں کا خاصہ رہی ہے اور انہوں نے ہمیشہ حقائق سے منہ موڑے رکھا ہے۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کرتے ہیں بلکہ کھلے لفظوں میں انکار کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے حوالے سے کافی تعداد میں ضخیم کتب لکھی گئی ہیں۔ میں اختصار کے ساتھ اس موضوع پر قلم کو تحریک دے رہا ہوں۔

ا۔ علم غیب کا معنی ومفہوم:

اس بندہ مسکین ثبتہ اللہ علی الحق والیقین کے نزدیک غیب کی تعریف تین طرح سے کی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

ا۔ ''وہ علم جو پردہ غیب میں ہو'':

غیب حاضر کا متضاد ہے اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب کہا جاتا ہے حالانکہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے چھپی نہیں اور نہ ہی غیب ہے اس اصطلاح کا استعمال ہمارے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔

(ب) علوم غیبیہ میں وہ علم بھی شامل ہے جس کا حصول حواسِ خمسہ سے ممکن نہیں۔

(ج) اس چیز کا علم جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئی۔یعنی کسی واقعہ کو واقع ہونے سے پہلے بیان کر دینا۔

۲۔علم غیب کی اقسام:

اہل علم نے علم غیب کی دو اقسام بیان کی ہیں۔

ا۔علم غیب ذاتی:

''علم غیب ذاتی سے مراد وہ علم ہے جو قدیم بالذات ازلی تمام کلیات و جزئیات ممکن الوجود اور ناممکن الوجود کو حاوی ہو۔ یہ علم فقط اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔''

ب۔علم غیب عطائی:

''علم غیب عطائی سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے اعلام اور سکھانے سے حاصل ہو یہی وہ علم ہے جو انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوا۔''

۳۔علم غیب ذاتی اور علم غیب عطائی میں فرق:

علم غیب ذاتی اور علم غیب عطائی میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔جو کہ درج ذیل ہے:

علم غیب ذاتی	علم غیب عطائی
واجب ہے	ممکن ہے
قدیم اور ازلی ہے	حادث ہے
غیر مخلوق ہے	مخلوق ہے
نامقدور ہے	مقدور ہے

Marfat.com

ضروری البقا ہے	جائز الفنا ہے
ممتنع التغیر ہے	ممکن التبدل ہے
لامحدود ہے (لامتناہی)	محدود ہے (متناہی)
اس میں تدریج نہیں	اس میں تدریج ہے
اس میں نسیان ممکن نہیں	اس میں نسیان ممکن ہے
حاصل شدہ نہیں	حاصل شدہ ہے

۴۔ علم غیب کی تقسیم کیوں کی گئی؟:

یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ علم غیب کی تقسیم آخر کیوں کی گئی اور ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ ہم یہ تقسیم کرتے پھریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تقسیم ایک فطری تقاضا ہے۔ اگر یہ تقسیم نہ کی جائے تو علوم نبوت اور علوم الٰہیہ کے سمجھنے میں دقت ہوگی۔ اس تقسیم کے بعد شرک کا شائبہ تک ختم ہو جاتا ہے۔ علم ذاتی سے مراد یہ ہے کہ اس علم کا مالک اللہ ہے عطائی سے مراد یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

۵۔ کیا علم غیب مخلوق کیلئے ممکن ہے؟:

کیا علم غیب مخلوق کے لئے ممکن ہے۔ ہاں یقیناً اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو علم غیب عطا کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں معلوم ہوا کہ مخلوق کیلئے علم غیب ممکن ہے اور جو چیز مخلوق کیلئے ممکن ہے اس کا مخلوق کے حق میں ثابت کرنا یا ماننا ہرگز شرک نہیں ہوسکتا۔

ارشاد ربانی ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ.

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں علم غیب عطا کرے ہاں اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے۔

امام رازی اپنی تفسیر، تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

Marfat.com

فاما معرفت ذلك على سبيل الاعلام من الغيب فهو من خواص الانبياء

پس ان علوم غیبیہ کو باعلام اللہ جان لینا انبیاء کرام کی خصوصیت میں سے ہے۔

درج بالا آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چاہت کے تحت انبیا علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے مطلقاً انبیاء کے حق میں علم غیب کی نفی اور انکار کرنا کفر ہے کیونکہ قرآن پاک کی نص سے علم غیب کا انبیاء پر بمطابق ارادہ رب کائنات، ظاہر ہونا ثابت ہے۔

۶۔ حضرت خضر علیہ السلام اور علم غیب:

حضرت خضر علیہ السلام ان علوم سے آگاہ تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں جانتے تھے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم میں اپنے سے زیادہ علم والا کوئی نہیں تھا اس لئے فرمایا کہ سب سے زیادہ علم والا کوئی نہیں میں سب سے زیادہ علم والا ہوں آپ کے اس جواب پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا۔ وحی آئی کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین پر ہے وہ آپ سے زیادہ اعلم ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا۝ (الکہف ایت ۶۰)

اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہ میں اس وقت تک باز نہ آؤں گا جب تک دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا میں یوں ہی سالہا سال تک چلتا رہوں گا وہ بحیرہ فارس و بحیرہ روم ہے۔ (ابن کثیر)

دوران سفر ایک پتھر کے قریب پہنچے اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے مچھلی حرکت میں آ گئی

Marfat.com

اور زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی۔

ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا۔ (الکہف آیت ۶۱)

پھر جب دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو وہ اپنی مچھلی وہاں بھول گئے اور اس مچھلی نے دریا میں سرنگ جیسا اپنا راستہ بنالیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سفر میں تھک چکے تھے انہوں نے اپنے خادم سے ناشتہ طلب کیا قرآن پاک میں ارشاد الٰہیہ ہے۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔ (الکہف آیت ۶۲)

پھر جب وہ آگے نکل گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا ہمارا کھانا لے آؤ ہم نے تو اس سفر میں بہت تکلیف اٹھائی ہے۔

حضرت یوشع بن نون نے اس بات کا جو جواب دیا وہ قرآن پاک میں یوں مذکور ہے:

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا۔ (الکہف آیت ۶۳)

کہا اس نے کہ آپ نے بھی ملاحظ کیا کہ جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں وہاں مچھلی رکھ کر بھول گیا۔ اور بات آپ سے ذکر کرنا مجھ سے شیطان نے بھلا دیا تھا اس مچھلی نے کچھ عجیب طور پر دریا میں اپنا راستہ بنالیا۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہی تو اس بندے کی جگہ تھی پھر ان قدم پر ہی واپس آئے۔

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (الکہف آیت ۶۵۔۶۴)

موسیٰ نے کہا وہی جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے ہیں۔ پھر دونوں اپنے نشانہائے قدم کو ڈھونڈتے ہوئے واپس ہوئے۔ پھر جب انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے ایک خاص رحمت دی تھی اور اس کو ایک خاص علم سکھایا تھا۔

Marfat.com

اب جب اس پتھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص اس کے پاس سر سے پاؤں تک چادر تانے ہوئے لیٹا ہے موسیٰ علیہ السلام (اسی حالت میں سلام کیا۔ تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جنگل میں سلام کہاں سے آ گیا۔ اس موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ تو خضر نے سوال کیا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل؟ فرمایا ہاں میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں، اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھا دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا۔ یقیناً میرے ساتھ رہ کر تجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔

(الکہف آیت ۶۷)

اے موسیٰ میرے پاس ایک علم ہے جو اللہ نے مجھے دیا ہے وہ آپ کے پاس نہیں، اور جو آپ کو دیا ہے وہ میرے پاس نہیں۔ اس لیے آپ سے صبر نہ ہو سکے گا۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

سَتَجِدُنِىٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ اَمْرًا۔ (الکہف آیت ۶۹) انشاء اللہ تو مجھ کو صبر کرنے والا پائے گا اور میں تیرے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔

حضرت خضر علیہ السلام کا سوال:

حضرت خضر نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو تو کسی معاملہ کے متعلق مجھ سے مت پوچھنا جب تک میں اس کی حقیقت بیان نہ کر دوں یہ قول وقرار لینے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام وخضر سفر پر روانہ ہوئے۔ اور یہ دریا کے کنارے کنارے چلنے لگے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ا۔ کشتی پر سواری کے معاملے کی حقیقت:

فَانْطَلَقَا حَتّٰىٓ اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا۔ (الکہف آیت ۷۱) پھر دونوں چلے یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ توڑ کر سوراخ کر دیا موسیٰ نے کہا کہ کیا تو نے

Marfat.com

کشتی میں اس لئے سوراخ کیا ہے کہ کشتی
والوں کو غرق کر دے بلاشبہ تو نے تو عجیب
انوکھی بات کی۔

اتفاقاً ایک کشتی آ گئی تو کشتی والوں سے کشتی پر سوار ہونے کی بات چیت شروع کی ان لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور ان کو بغیر اجرت کے سوار کر لیا سوار ہوتے ہی خضر علیہ السلام نے ایک کلہاڑی سے کشتی کا ایک تختہ نکال ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا کہنے لگے ان لوگوں نے بغیر اجرت کے ہمیں سوار کیا ہے آپ نے اس کا بدلہ یہ دیا کہ ان کی کشتی توڑ ڈالی کہ سب غرق ہو جائیں یہ تو بہت برا کام کیا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام نے وعدہ یاد دلاتے ہوئے فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا. کیا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا (الکھف آیت ۷۲)

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عذر کیا کہ میں اپنا وعدہ بھول گیا تھا اس بھول پر آپ سخت گیری نہ فرمائیں۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا. موسیٰ نے کہا کہ میں بھول گیا تھا اس پر مواخذہ نہ کر اور میرے اس کام میں مجھ پر دشواری نہ ڈال۔ (الکھف آیت ۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا پہلا اعتراض خضر علیہ السلام پر بھول سے ہوا تھا دوسرا بطور شرط کے اور تیسرا قصداً تھا۔

اسی اثنا میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر اس نے دریا میں سے ایک چونچ بھر پانی لیا حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم دونوں کا علم مل کر بھی اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتا جتنی اس چڑیا کی چونچ کے پانی کو اس سمندر کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

لڑکے کا قتل:

فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا۔ (الکہف آیت ۷۴)

پھر دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملے تو خضر علیہ السلام نے اس کو قتل کر دیا موسیٰ نے کہا کہ کیا تو نے بغیر کسی جان کے بدلے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا بے شک تو نے بے جا بات کی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے وعدے کے مطابق موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا۔ (الکہف آیت ۷۸)

اس وقت میرے اور تیرے درمیان علیحدگی ہوتی ہے میں تجھ کو ان چیزوں کی صحیح حقیقت سے آگاہ کر دیتا ہوں جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا۔ (الکہف آیت ۷۹)

وہ جو کشتی تھی وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں اس سے محنت مزدوری کرتے تھے میں نے چاہا کہ اس میں عیب پیدا کر دوں۔ کیونکہ ان کے سامنے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو ہر بے عیب کشتی کو زبردستی چھین لیا کرتا تھا۔

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ۝ (الکہف آیت ۸۰-۸۱)

اور رہا وہ لڑکا تو اس کا حال یہ ہے کہ اس کے والدین ایمان والے تھے ہم اس بات سے ڈرے کہ کہیں یہ ان والدین پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال لہٰذا ہم نے چاہا کہ ان کا رب ان کو اس لڑکے کے بجائے کوئی ایسی اولاد دے دے جو پاکیزگی میں اس مقتول سے بہتر اور رحم کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔

Marfat.com

قولہ تعالیٰ:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۔ (الکھف آیت ۸۲)

اور رہی وہ دیوار تو وہ گاؤں کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا مال مدفون تھا اور ان کا مرحوم باپ ایک نیک آدمی تھا اس لئے تیرے رب نے اپنی رحمت سے چاہا کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ خود نکال لیں۔ ان کاموں میں سے کوئی میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور علم غیب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے غیب کے علم سے نوازا۔ آپ علیہ السلام آدمی کو بتا دیتے جو وہ کل کھا چکا اور آج کھائے گا اور جو اگلے وقت کیلئے تیار کر رکھا ہے آپ علیہ السلام کے پاس بچے آتے تو آپ انہیں بتا دیتے تھے کہ تمہارے گھر میں فلاں چیز کھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے علم غیب کے حوالے سے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۝ (آل عمران)

اور میں (عیسیٰ علیہ السلام) تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔

علم غیب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علوم غیبیہ کے اثبات میں ارشادات فرمائے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

Marfat.com

۱۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار انبیاء علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِی الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَازُوِیَ لِی مِنْھَا (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمٹ دی تو میں نے مشرق سے مغرب تک زمین کا تمام حصہ دیکھ لیا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی۔

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَ نَسِیَہٗ (صحیح بخاری)

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جنتی اپنے منازل جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانوں پر جہنم میں پہنچ گئے جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ و سلم صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِھِمْ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَ صِدِّیْقٌ وَ شَھِیْدَانِ (صحیح بخاری)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کو احد پر چڑھے تو وہ ان کے ساتھ ہلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھوکر مار کر فرمایا احد ٹھہر جا اس لئے کہ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا:

وَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ اِنِّی لَاَ رَاکُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ۔

خدا کی قسم تمہارا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں (صحیح بخاری)

یاد رہے کہ خشوع ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا کیونکہ اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور خشوع کیفیت کا نام ہے۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ کے واسطے بدر کے میدان میں اترے تو فرمایا:

ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَ یَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَ ھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ اَحَدُ ھُمْ عَنْ مُّوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

یہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی جگہ ہے اور دست مبارک زمین پر رکھتے ہوئے بتایا کہ یہاں اور یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک رکھنے کی جگہ سے کوئی ادھر ادھر نہ ہوا۔ (صحیح مسلم)

۶۔ حضرات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جَآءَ ذِئْبٌ اِلٰی رَاعِی غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْھَا شَاۃً فَطَلَبَہٗ رَاعِی حَتّٰی اِنْتَزَعَھَا فَصَعِدَا الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَاَقْعٰی وَ تَشْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰی رِزْقٍ رَّزَقَنِیْہِ اللّٰہُ اَخَذْتَہٗ ثُدَّاِنْتَزَعْتَہٗ مِنِّی فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ کَا الْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَکَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ ھٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخْلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُ

ایک بھیڑیا بکریاں کے ایک چرواہے کی طرف آیا اس نے بکریوں کے ریوڑ سے ایک بکری پکڑی چرواہے نے اس بھیڑیے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دم اپنے دونوں پیروں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ نے مجھے دیا تھا اور میں نے اس کو لے لیا پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا

Marfat.com

كُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًّا فَجَاءَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم فَاَخْبَرَهُ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم

(مشکوۃ)

چرواہے نے تعجب سے کہا خدا کی قسم میں نے آج تک بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں (مدینہ) میں ہے وہ شخص گزشتہ اور آئندہ اور جو تمہارے بعد ہوگا سب کی خبریں دیتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا یہ واقعہ دیکھ کر خدمت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا اور اسلام لے آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

قرآن پاک میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جو ظاہراً علم غیب کی مخلوق سے نفی کرتی ہیں یعنی انبیاء کے حوالے سے ظاہراً نفی علم غیب ہوتی ہے مگر وہ آیات بھی ہیں جو انبیاء کیلئے علم غیب کو ثابت کرتی ہیں جہاں نفی علم غیب ہو تو ہمارے نزدیک ذاتی حیثیت سے جاننے کی نفی مراد ہوتی اگر ایسی تطبیق نہ کی جائے تو آیات میں تعارض لازم آئے گا اس کی مثال آیات سے دی جاسکتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ‏ بے شک تمام عزت اللہ کیلئے ہے۔

جبکہ قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ ‏ بے شک عزت اللہ کیلئے اس کے رسول کیلئے اور مومنین کیلئے ہے۔

ان دونوں آیتوں کو پڑھنے کے بعد پہلی آیت سے مراد یہی لیا جائے گا کہ عزت کا

Marfat.com

مالک اللہ ہے وہ جسے چاہے عطا کرے۔ اسی طرح علم غیب کے حوالے سے مختلف آیات کو یکجا کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علم غیب کا مالک اللہ ہے لیکن جسے وہ جتنا چاہے عطا کرے یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ لوگوں نے بلا وجہ علوم رسالت مآب کو وجہ نزاع بنا رکھا ہے اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت دے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

گیارھویں کرن

انسان کامل

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
زندگی میں بہترین نمونہ ہے

Marfat.com

انسان کامل صلی اللہ علیہ والہ وسلم

۱۔ ہمارے وجود میں موجود طاقت۔

۲۔ دل کے تار کو کھینچنے والا حسن۔

۳۔ مقام کی بلندی عظمت اور رفعت۔

۴۔ شخصیتی رعب، دبدبہ اور وجاہت۔

۵۔ نزاکت اور لطافت خالی از کثافت۔

۶۔ آنکھوں کی پیالیوں میں موجود ضیائے بصارت۔

۷۔ عجز و انکساری۔

۸۔ اعلیٰ اخلاق۔

۹۔ غم و غصے کو پی کر مظہر عفو و کرم ہونا۔

یہ بیان کردہ سب باتیں بہترین صفات اور خوبیاں ہیں جو کسی کو میسر آ جائیں تو انعام الٰہی ہی قرار پائیں گی درج بالا تمام خصائل و کمالات کو مدنظر رکھا جائے تو بہت کم ہی ایسا ہو گا کہ یہ تمام صفات ایک ہی ذات میں نظر آئیں اور یقیناً اگر یہ سب خصوصیات جس میں جمع ہوں اور جمع بدرجہ کمال ہوں تو اسے انسان کامل ہی کہنا پڑے گا اور اسے رب کی عطا کردہ تمام صفات کا عظیم نمونہ اور سرچشمہ گردانا جائے گا۔

قارئین آیئے ہم بالترتیب مگر مختصراً ان صفات کا اس انسان کی ذات میں جائزہ لیتے ہیں جس جیسا انسان نہ ہوا، نہ ہے اور نہ ہو گا۔

۱۔ طاقت:

طاقت کو قدرت کے معنی میں بھی لیا جا سکتا ہے کیونکہ جس میں جتنی طاقت ہو گی اس

Marfat.com

میں اتنی ہی قدرت ہوگی اور جس قدر قدرت ہوگی اس قدر طاقت بھی ہوگی یعنی:

طاقت = قدرت

اور

قدرت = طاقت

طاقت کو ہم یہاں دو حصوں میں تقسیم کریں گے

۱۔ جسمانی طاقت

۲۔ روحانی طاقت

آیئے اب ان دونوں طاقتوں، یعنی جسمانی طاقت اور روحانی طاقت کا جائزہ سرکار مدینہ کی ذات میں دیکھتے ہیں

۱۔جسمانی طاقت:

غزوۂ خندق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھودنے میں مصروف ہیں، کھودتے کھودتے اچانک ایک ایسی چٹان نمودار ہوئی جو باوجود کئی وار کرنے سے ٹس سے مس نہ ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے توڑنے میں ناکام رہے تھک گئے بالآخر سرچشمہ طاقت کی طرف رجوع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہی وار سے وہ چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

ایک پہلوان جسے اپنی طاقت پر فخر تھا گویا وہ اپنے خیال میں طاقت کا بحر تھا تاجدار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی کرنے کا متمنی ہوا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طاقت ور پہلوان کو تین دفعہ پچھاڑ دیا بالآخر اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت بے مثال کو تسلیم کرنا پڑا۔

۲۔روحانی طاقت:

روحانی طاقت کا حال یہ ہے کہ اگر زمین کی تہہ میں مضبوطی سے جڑے درخت کو اشارہ کریں اور حکم دیں تو وہ زمین کو چیرتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ اپنی انگلی سے اشارہ کریں تو لاکھوں میل دور چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں ڈوبتا سورج انگلی کے اشارے سے واپس پلٹ آئے۔

Marfat.com

جس نبی کی انگلی میں اتنی طاقت ہے۔
اس کے ہاتھ میں کتنی طاقت ہوگی؟
پھر اس کے بازو میں کتنی طاقت ہوگی؟

سوچئے پھر اس کے پورے وجود میں کتنی طاقت ہوگی میرا ایمان ہے اگر آپ چاند کو صرف انگلی سے اشارہ نہ کرتے اور پورے روحانی زور سے اپنے دست اقدس کے ساتھ اسے اشارہ کر دیتے تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا فقط دو ٹکڑے نہ ہوتا۔

۲۔ حسن سرکار:

چہرہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں حسن اپنے عروج تک پہنچ گیا۔ اس رخ انور کی بابت کچھ کہنے سے قبل اس رخ مبارک کی بات کرتے ہیں جسے نورانیت اور حسن اللہ پاک نے اپنی کرسی سے پہنایا تو پھر اس چہرے کی بات کریں گے جسے حسن عرش سے بخشا گیا۔

کرسی ایک جزو ہے اور عرش اس کا کل ہے جزوی حسن کی بات کر کے پھر ہم کلی حسن کی بات کریں گے۔ کرسی کے نور سے مزین حسن وہ ہے حسن یوسف علیہ السلام۔ قرآن شاہد ہے کہ حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا نے زنان مصر کی گھر میں دعوت کی اور ان کے ہاتھوں میں چھریاں اور پھل تھما دیئے اور پھر ان عورتوں کو اس حسن کا جلوہ کرایا جو کرسی کے نور سے مزین تھا عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں وہ اس حسن کو دیکھ کر اس قدر ششدر رہ گئیں کہ بول اٹھیں، خدا کی قسم یہ کوئی بشر نہیں بلکہ یہ تو ایک صاحب کرم فرشتہ ہے ان کا یہ قول شرک نہ ٹھہرا۔ کیونکہ انہوں نے حسن یوسف کو فرشتوں کے نور سے تشبیہ دی نہ کہ ان کی صفات و بدن کو کیونکہ وہ عورتیں جانتی تھیں کہ فرشتے کھانے پینے سے بے نیاز ہیں نہ انہیں خریدا جا سکتا ہے نہ انہیں بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی خرید کر فرشتوں کو غلام بنا سکتا ہے اور ان کے علم میں تھا کہ سیدنا یوسف بطور غلام خرید کر لائے گئے یہ ایک سچی بات ہے اور مقام حیرت بھی ہے کہ ان زنان مصر نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا نہ کہ فرشتے کو اور تعجب پر تعجب ہے کہ

Marfat.com

جسے وہ دیکھ رہی تھیں یعنی بشر کو اس کی نفی کر رہی تھیں اور جسے کبھی دیکھا نہ تھا یعنی فرشتے کو اس کا اثبات کر رہی تھیں۔ زنان مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو فرشتہ کہہ کر ان کے نورانی ہونے کا اقرار کیا نہ کہ بشریت کا تو یہاں بشریت کے انکار سے کیا مراد ہے یہاں بشریت کے انکار سے مراد صفات بشریت کے غلبے کی نفی ہے اور تشبیہہ ملکیت سے نورانیت کا اثبات ہے۔ مجھ ناچیز کا عقیدہ ہے کہ اگر وہ عورتیں صاحب حسن نورِ عرش یعنی تاجدار انبیا علیہ السلام کو دیکھ لیتیں تو انگلیاں نہ کاٹتیں کیونکہ تعجب اور حیرت کی انتہا یہ ہے کہ انسان سکتے کا شکار ہو جائے اور اس سے کوئی عمل واقع ہونا قرار ہی نہ پائے یعنی چھریاں چل بھی نہ سکتیں اور وہ انتہائی حیرت کے سبب بت بن کر رہ جاتیں۔

اے صاحب عقل و دانش خیال کرو کہ اگر کرسی کے نور سے مزین حسن والے صاحب کو دیکھ کر نورانیت کا اقرار کرنے والی زنان مصر مشرک نہ ٹھہریں تو عرش کے نور سے مزین حسن والے صاحب یعنی تاجدار انبیا علیہ السلام کو نور کہنا کیوں شرک ٹھہرے گا؟

کیا جبرائیل نور ہے یا بشر؟ سب مانتے ہیں کہ جبرائیل نور ہے اگر جبرائیل حضرت مریم کو فیضیاب کرنے کے لئے بشر کی صورت میں ان کے پاس آئے تو اس کے باوجود کوئی ان کی نورانیت کا انکار نہیں کرتا۔ پھر یہ کیا جھگڑا ہے جو ساری کائنات کو فیض یاب کرنے کے لئے پیکر بشریت بن کر آئے تو اسے فقط بشر ہی سمجھا جائے اور اس کی نورانیت کا انکار کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ جبرائیل امین علیہ السلام سے پوچھا ذرا یہ تو بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ پس جبرائیل نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عمر کا تو مجھے صحیح علم نہیں لیکن ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکتا تھا میں نے اپنی زندگی میں اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔ (سیرت حلبیہ، جواہر البحار)

Marfat.com

اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد آپ کی توجہ ایک نکتے کی طرف دلانا چاہتا ہوں وہ ستارا یعنی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل کو ستر ہزار سال تک دکھائی دیتا اور ستر ہزار سال تک نظروں سے اوجھل رہتا۔ ظاہر ہونے کے عرصے کے ساتھ اگر غائب ہونے کے عرصے کو شامل کیا جائے تو ستر ہزار سال + ستر ہزار سال = ایک لاکھ چالیس ہزار سال اور پھر آپ خود ہی ایک لاکھ چالیس ہزار سالوں کو پھر بہتر ہزار سے ضرب دیں تو سالوں کی تعداد کروڑوں تک جا پہنچتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرنے والوں سے میرا مطالبہ ہے کہ جو نبی فقط تریسٹھ سال حالت بشریت میں زمین پر تشریف لایا اس کی بشریت کے 63 تریسٹھ سالوں کو دیکھ کر محض بشر بشر کی رٹ لگاتے ہو اور اقرار بشریت کے ساتھ انکار نورانیت کرتے ہو وہ جو کروڑوں سال حالت نورانیت میں رہا اس وجود مسعود کی نورانیت کے منکر آخر کیوں ہو؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی کہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی میں نے تلاش کی مگر نہ ملی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو چہرہ انور کے نور سے مجھے سوئی نظر آ گئی میں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر افسوس ہے جو میرے چہرے کے دیدار سے محروم رہا۔

(ابن عساکر)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن کئی پردوں میں چھپا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں شاہ عبدالرحیم سے فرمایا:

کہ میرا حسن لوگوں کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے چھپا دیا ہے۔

سورج کس قدر روشن ہے لیکن اگر آسمان پر سیاہ بادل چھا جائیں تو اس کی کوئی کرن بھی زمین پر نہیں پہنچ پاتی مگر اس حسن اور نور کی نورانیت کا اندازہ کیجئے کہ باوجود پردوں میں محجوب ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی کرنیں نمودار ہو جاتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے بعض اوقات نور نکلتا

Marfat.com

تھا اگر پردوں کو ہٹا دیا جاتا تو نہ جانے رخ سید الابرار سے کتنی روشنی نمودار ہوتی جو کسی کے لیے قابل برداشت نہ ہوتی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بقول شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لباس بشری میں نہ ہوتے تو کسی کا آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کا ادراک ناممکن ہوتا اور بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی کو بھی کہنا پڑا۔

رہا جمال پے تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے بجز ستار

اس حسن کی بابت حضرت کعب بن مالک سے پوچھیں تو جواب ملتا ہے گویا کہ وہ حسن بھرا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ (بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھیں تو یوں جواب ملتا ہے کہ اس چہرے کی صفت جس نے بھی بیان کی اسے ضرور چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔

(خصائص کبریٰ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھیں تو یوں جواب ملتا ہے۔
''وہ حسن ایسا تھا کہ جیسے سورج خود اس چہرے میں چمک رہا ہے۔''

(مشکوٰۃ)

حضرت ربیع بن معوذ رضی اللہ عنہ سے پوچھیں تو یوں جواب ملتا ہے
''دیکھنے والے اگر تو اس چہرے کو دیکھتا تو گویا سورج کو چمکتے ہوئے دیکھتا''

(مواہب الدنیا)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھیں تو یوں جواب ملتا ہے
''کہ وہ حسین چہرہ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین ہے۔''

(شمائل ترمذی)

Marfat.com

قرآن کریم سے پوچھیں تو یوں جواب ملتا ہے۔

وَالضُّحٰی ٥ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی

اور خود حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں تو جواب ملتا ہے۔

''میری حقیقت میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا''

اس حسین چہرے کی بابت واصف علی واصف نے کیا خوب کہا۔

من رآنی کا مدعا چہرہ
صورت حق کا آئینہ چہرہ
سرمگیں چشم آیہ مازاغ
زلف واللیل والضحیٰ چہرہ
عالم خواب میں حقیقت ہے
آپ کا چہرہ آپ کا چہرہ
یہ ہے تفسیر احسن تقویم
ابتداء چہرہ انتہا چہرہ
یہی چہرہ نشان وجہ اللہ
ورنہ رکھتا ہے کیا خدا چہرہ
مرنے والے کی آخری خواہش
میرے آقا مجھے دکھا چہرہ
ریگزار حیات میں واصف
باغ فردوس کی ہوا چہرہ

Marfat.com

اور اس حسن کی بابت زرنقابت میں ناچیز نے یوں کہا:

انوار خدا کا روشن دھارا حسن محمد ﷺ
قدرت نے محبت سے سنوارا حسن محمد ﷺ
فردوس کے حسن سے اسے غرض نہیں رہتی
بن جائے جس کا نظارہ حسن محمد ﷺ
روشن خوب ہوا پھر وہ نور خدا سے
خالق نے جس دل میں اتارا حسن محمد ﷺ
من رأنی فقد رأ الحق کی تفسیر کرتی ہے وضاحت
انوار خدا کا ہے نظارا حسن محمد ﷺ
ہارون مانا کہ حور وغلمان بھی ہیں خوب صورت لیکن
ہمیں سب سے ہے پیارا حسن محمد ﷺ

۳۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و مقام رفعت:

کے۔ٹو اور ہمالیہ وغیرہ بلند پہاڑیوں تک پہنچنا اور انہیں سر کرنا کوہ پیماؤں کی ہمت کی عملی تصویر ہے اور سب سے بڑھ کر خلائی شٹل میں سوار ہو کر چاند کی زمین کو زیر پا کرنے والے نیل آرمسٹرانگ کو تو اس کی ہمت، محنت اور مشقت پر دنیا سلام کرتی ہے اور یہ بھی قدرت کی عطا کردہ طاقت کا نتیجہ ہے اگر مسٹر نیل آرمسٹرانگ کو چاند کو زیر پا کرنے پر سب دنیا سلام کرے اور اسے قابل اعتراض نہ سمجھا جائے تو جس ذات والا صفات نے براق پر سوار ہو کر عرش کو زیر پا کیا اس پر سلام پڑھنے بھیجنے پر آخر اعتراض کیوں؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ یہ اعزاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے اور یہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعزاز کا کوئی مدمقابل نہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا مدمقابل کون ہو سکتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عظمت کا حال یہ ہے کہ آپ کا نام نامی پایہ عرش پر لکھا

Marfat.com

ہے۔اور آسمانوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شان احمدیت سے بطور خاص اور زمین پر شان محمدیت سے بطور خاص نوازا گیا۔

ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک زمین پر ہوتے ہیں تو دوسری طرف دست مبارک کی پہنچ جنت اور عالم بالا تک ہوتی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''مدارج النبوۃ'' میں رقمطراز ہیں۔اہل سیر لکھتے ہیں کہ ہبل بت سب سے اونچا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھوں پر قدم رکھ کر ان بتوں کو گرائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی! نبوت کے بوجھ کو اٹھانے کی تم تاب نہیں رکھتے لہٰذا تم میرے کندھوں پر چڑھ کر بتوں کو گرا دو پس حکم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار ہو گئے اور بتوں کو گرا دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اپنے آپ کو کس حالت میں دیکھ رہے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں یوں دیکھ رہا ہوں کہ تمام حجابات ہٹ چکے ہیں اور ساق عرش سے میرا سر جا لگا ہے اور میں جس جانب بھی ہاتھ پھیلاتا ہوں وہ چیز میرے ہاتھ میں آ جاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ یہ وقت تمہارے لیے بہت ہی اچھا ہے کہ کارحق سرانجام دے رہے ہو اور کس قدر اچھا حال میرا ہے کہ میں نے بارحق اٹھایا ہوا ہے۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتوں کو گرادیا تو اپنے آپ کو کعبہ کے نزدیک نیچے گرا دیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے باعث تھا زمین پر گرے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کس چیز پر ہنستے ہو؟ عرض کیا اس لیے ہنستا ہوں کہ اس قدر بلندی سے میں گرا ہوں اور مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہیں تکلیف کس طرح پہنچتی جبکہ تم کو اٹھایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اتارا جبرائیل نے۔''

Marfat.com

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں تک کی رسائی عرش معلیٰ کی بلندیوں کی رسائی کے مترادف ہے۔

نکتہ ا:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی برکت کی وجہ سے یہ طاقت پائی کہ آپ کے جسم مبارک کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور ممکن تھا کہ فاتح خیبر شیر خدا پر توجہ فرما کر بار نبوت اٹھانے کے قابل بناتے مگر ایسا اس لئے نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ بتوں کو اپنے معبودوں سمیت جہنم کی آگ میں ڈالے گا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سوار ہو کر بت توڑتے اور بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ کسی بت کو لگ جاتا تو اس بت کو جہنم نہ جلا سکتی کیونکہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ تجربہ ہو چکا کہ جس دستر خوان کو آپ کے مبارک ہاتھ لگے وہ باوجود آگ میں ڈالنے کے نہیں جلتا تھا جبکہ اس کی میل جل جاتی تھی۔

نکتہ ۲:

اگر تاجدار انبیا علیہ السلام کے کندھوں پر سوار ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ساق عرش تک پہنچ سکتا ہے باوجود اس کے کہ وجود مسعود حرم کعبہ میں موجود ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی رسائی کا عالم کیا ہوگا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء کے وقت اپنے ہاتھ بلندی تک اٹھائے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سبب پوچھا تو فرمایا میں جنت کے درخت سے پھل توڑنے لگا تھا۔ مقام فکر ہے کہ جو نبی مدینہ پاک کی زمین پر کھڑے کھڑے جنت کے اشجار تک رسائی حاصل کر سکتا ہے وہ گنبد خضراء میں تشریف رکھنے کے باوجود اپنے کسی بھی امتی کی امداد پر قدرت کیسے نہیں رکھ سکتا؟

Marfat.com

نکتہ۳:

ایک انسان عموماً کتنا لمبا اونچا ہوسکتا ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک تو میانہ تھا اگر بالفرض چھ فٹ بلند تھا تو چھ فٹ کی بلندی سے شیر خدا جیسے طاقتور انسان کو اتارنے کیلئے روح الامین کے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ روح الامین معمولی کام کیلئے تھوڑا ہی آیا کرتے ہیں پس یہ ایک خیالی بات نہیں حقیقی بات ہے کہ تاجدار انبیا علیہ السلام کے مبارک کندھے پایہ عرش کے قریب تھے ورنہ اتارنے کے لئے جبرائیل کبھی بھی نہ آتے۔

نکتہ۴:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کندھوں پر سوار خود کیا تھا لیکن اتارنے کے واسطے جبرائیل آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں نہیں اتارا ایسا کیوں ہے؟

یہ بندہ مسکین ثبتہ اللہ علی الحق والیقین کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کندھوں پر بٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرب عرش کے اعزاز سے نوازا اور خود اس لئے نہیں اتارا کہ نبی کبھی کسی کو اعزاز دے کر واپس نہیں لیا کرتے ورنہ اگر آپ نے بٹھایا تھا تو آپ کیلئے انہیں اتارنا مشکل نہیں تھا۔

۴۔ شخصی رعب اور دبدبہ:

اس دنیائے ناپائیدار میں ہزار ہا رعب اور دبدبے والے لوگ گزرے ہوں گے اور آئندہ آئیں گے مگر کملی والے کی شان نرالی ہے ایک طرف تو آپ رحمت ہی رحمت ہیں مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو شخصی رعب، وجاہت اور دبدبہ عطا کیا وہ کسی اور کو عطا نہ ہوا۔

ایک مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم محو استراحت تھے ایک کافر تلوار سونتے کھڑا ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھنے کے بعد کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اب تمہیں کون بچائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ، آپ کے جلال نبوت اور اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے نام گرامی قدر لینے کے مخصوص انداز سے وہ اس قدر خوف زدہ ہوا کہ تلوار اس کے ہاتھوں سے گر گئی۔

کسریٰ بادشاہ کے قاصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوئے پھر جب واپس پلٹے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر ہم کچھ وقت اور ان کی مجلس میں ٹھہرتے تو ڈر تھا کہ کہیں ہم ان کے رعب سے ہلاک نہ ہو جاتے دوسرے نے کہا کہ اس طرح کی ہیبت ساری عمر میں مجھ پر کبھی طاری نہیں ہوئی جتنی آج ہوئی ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کافروں، منافقوں کیلئے تلوار ہے محبوب اور عاشقوں کیلئے بہار ہے۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نزاکت و لطافت:

حسن اور لطافت کا چولی دامن کا ساتھ ہے آپ کا وجود مبارک کثافتوں سے منزہ اور پاک تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت کی کیفیت کا یوں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایہ نہیں تھا۔

نکتہ ا:

سایہ ہونے کے باوجود بھی نزاکت و لطافت ہو سکتی ہے اہل عشق کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر اس لئے نہیں پڑتا تھا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے پر کسی کا پاؤں نہ آ جائے جس کے سائے کا اتنا ادب ہے اس کے وجود کے ادب کا اندازہ کوئی کیسے کرے؟

نکتہ ۲:

جسم کو توانائی کی ضرورت ہوتی ہے اور توانائی کیلئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گرم ترین ملک میں رہتے زیتون اور کھجور استعمال فرماتے جو کہ گرم تاثیر رکھتی ہیں مگر اس کے باوجود صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا دنیا میں آنے والے تمام انسانوں

Marfat.com

کے اندر حرارت ہوتی ہے اور برف کی طرح ٹھنڈا ہونا تب ہی ممکن ہے جب جان نکل جائے لیکن یہ کملی والے کا اعجاز ہے کہ جان میں بھی جسم برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور سایہ بھی نہیں۔

۶۔ بصارت مصطفوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم:

آنکھ دیکھنے کا آلہ ہے اور ہم دیکھنے کے لیے بصارت کے محتاج ہیں چونکہ آنکھیں ہمارے سر کی اگلی طرف جبیں کے نیچے ہوتی ہیں لہٰذا ہم سامنے کی طرف رخ کریں تو آنکھیں سامنے ہی دیکھ سکیں گی پیچھے نہیں دیکھ سکتیں اور اگر پیچھے کی طرف رخ موڑ دیں تو آنکھیں بھی پیچھے کا منظر دیکھیں گی آگے کا نہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے میں آنکھ کے محتاج نہ تھے اور اگر کوئی کہتا بالفرض محتاج تھے تو پھر آنکھوں کی شان ہی نرالی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بیک وقت آگے بھی دیکھ لیتیں اور پیچھے بھی یعنی جیسے آگے دیکھتے ویسے ہی پیچھے دیکھتے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے کا سب کچھ آنکھوں سے دیکھتے تو پھر پیچھے کا سب کچھ کس سے دیکھتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پچھلے حصے میں آنکھیں موجود نہ تھیں۔

ہماری آنکھیں معمولی حجاب کے حائل ہونے پر کچھ دیکھ نہیں پاتیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی شان یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک میں تشریف فرما ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں کہ میں اس وقت حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔

نکتہ ۱:

اگر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک میں بیٹھ کر حوض کوثر کا مشاہدہ فرما سکتا ہے یقیناً وہ گنبد خضراء سے اپنے امتیوں کے احوال کو دیکھ بھی سکتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں باوجود مٹی کے حجاب کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہزار ہا حجابات کے باوجود جسے دیکھنا چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔

Marfat.com

نکتہ۲:

معراج کی رات سرعرش آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آواز سنی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ زمین پر چل رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر قدموں کی آواز بھی سن رہے تھے اور پہچان بھی لیا کہ یہ آواز کس کے قدموں کی ہے۔ زمین سے عرش کتنا دور ہے یہ ہمارے تجزیے سے باہر ہے لیکن ایک بات ضرور ثابت ہوئی کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنے زیادہ فاصلے سے حضرت بلال کے قدموں کی آواز سن سکتا ہے وہ مدینے میں اپنے امتیوں کے دنیا کے مختلف علاقوں سے بھیجے گئے درود اور پڑھے گئے سلام کیسے نہیں سن سکتا؟ اور انہیں پہچان کیسے نہیں سکتا؟ قدموں کی آواز سے اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہچانے جاسکتے ہیں تو درود وسلام کی صداؤں سے امتی بھی پہچانے جاسکتے ہیں۔

۷۔ عجز وانکساری:

دنیائے رنگ و بو میں جب کبھی کسی انسان کو اعلیٰ عہدہ، منصب اور مقام مل جائے تو غرور وتکبر اس کے دامن گیر ہو جاتے ہیں مگر تاجدار انبیا علیہ السلام جنہیں رب کائنات نے اپنے خزانوں کی کنجیوں سے نوازا۔

سارے انبیا کا سردار بنایا
جنہیں اس نے خود قرآن سکھایا
جنہیں اپنے پاس عرش پہ بلایا
ساری مخلوق سے محبوب بنایا
رخ انور کو اپنے نور سے سجایا
چہرے کو والضحیٰ زلفوں کو واللیل فرمایا
جن کے لقب ہیں یٰسین وطٰہٰ
باجودیکہ دو عالم کے ہیں وہ مولا
مگر عاجزی کو شعار بنایا

Marfat.com

اتنی اعلیٰ صفات و کمالات اور دیگر انبیاء پر فضیلت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکساری اور تواضع کو اپنایا سب انبیاء سے فضیلت میں مقدم ہونے کے باوجود کسی کی زبان سے اپنی بڑائی کو بہتر نہ گردانا۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ سے راویت ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی باہم گالی گلوچ پر اتر آئے مسلمان نے قسم کھاتے ہوئے کہا اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب اہل جہاں پر فوقیت دی اور ان کو اپنی محبوبیت کے لیے چن لیا، یہودی نے اس کے مقابل یوں قسم کھائی اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی مسلمان یہودی پر سخت ناراض ہوا اور اسے تھپڑ دے مارا۔ یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور حقیقت حال عرض کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان شخص کو بلایا اور واقعہ دریافت فرمایا تو اس نے زدوکوب کا اعتراف کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کیوں کہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے تو میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا میں اس کا اپنے طور پر فیصلہ نہیں کر سکتا کہ آیا وہ بھی بے ہوش و مدہوش ہوئے تھے اور مجھ سے قبل ان کو افاقہ ہو گیا یا وہ ان لوگوں میں داخل ہوں کے جو اس غشی اور بے ہوشی سے اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرما دیئے ہیں۔ (الوفا)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یونس علیہ السلام پر بھی خود کو فضیلت دینے سے منع فرمایا:

شان عاجزی بھی میرے آقا کی شان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی عاجزی وانکساری کا پیکر نہیں آیا جو جتنا زیادہ عاجزی وانکساری کا مظہر ہو وہ اس قدر قابل تعریف ہے۔

Marfat.com

عاجزی وانکساری کا اظہار قطعاً فضائل و مراتب کی نفی نہیں کرتا بلکہ انہیں مزید اجاگر کرتا ہے۔

نکتہ:

جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاجزی وانکساری کی بدولت اپنی بابت فرمایا تعجب ہے کہ لوگ اسی سے مثلیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محض عام بشریت اور بڑے بھائی ہونے کی باتیں کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وعظمت کے بارے میں فرمایا اسے پڑھ کر آخر کیوں خاموش نہیں ہو سکتے؟

۸۔ اعلیٰ اخلاق کے پیکر:

اخلاق ایک ایسی خوبی ہے جو دوسرے کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق پر لکھنے کیلئے اوراق کم پڑ جائیں گے مگر آپ کے اخلاقی کمال کا حق ادا نہ ہو گا۔ یہاں مختصراً بیان کرنا چاہوں گا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بارگاہ رسالت میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انس رضی اللہ عنہ عقلمند اور ذہین بچہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمائیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سفر وحضر میں حسب قدرت آپ کی خدمت کرتا رہا بخدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے متعلق جو میں نے کر دیا کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا؟ (بخاری)

اخلاق دوسروں کو اپنے قریب کرنے کا بہترین ذریعہ ہے تاریخ شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی اتنا اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا کہ وہ باوجود دشمنی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مداح تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے حسن خلق میں فائق تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دنیا کا کوئی فرد نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ حسن خلق میں برابری نہیں کر سکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے

Marfat.com

زیادہ اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔

نکتہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں خود خالق کائنات نے فرمادیا کہ اے حبیب بے شک آپ کا اخلاق عظیم ہے۔ اخلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں میں سے ایک خوبی ہے۔ اوراوپر ہم اس بات کو جان چکے کہ اس ایک خوبی میں بھی پوری دنیا میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابل نہیں تو پھر آپ جو کہ کئی خوبیوں کا مجموعہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابل کون ہوسکتا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ڈھونڈنا اور کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل سمجھنا یہ سب جہالت وگمراہی کی باتیں ہیں۔

۹۔ مظہر عفوو کرم:

دنیا میں بار بار خطائیں کرنے والے بھی آئے تو کئی بار معاف کرنے والے بھی پیدا ہوئے عفوو درگزر اور کرم کی ابتدا نہ جانے کہاں سے ہوئی مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی انتہا تاجدار انبیا علیہ السلام کی ذات پر ہوتی ہے مشرکین مکہ بارگاہ نبوت میں پیش ہوکر کہتے ہیں کہ ہمارا مطالبہ ہے کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونا بن جائے اور مکہ کے پہاڑ ہٹ جائیں تاکہ یہاں کھیتی باڑی ہوسکے دشمنوں کی بات کو بھی تحمل سے سن کر ان کی اس آرزو کو بارگاہ رب العزت میں پیش کیا جواب ملا کہ اگر چاہو تو ان کو مہلت دو اور نرمی سے کام لو اور اگر چاہو تو ہم ان کی آرزو پوری کردیتے ہیں لیکن اس کے بعد بھی اگر وہ کفر کریں گے تو ان کو پہلی امتوں کی طرح ہلاک کردیا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ میں ان کے ساتھ نرمی اور بردباری سے کام لیتا ہوں۔

نکتہ ۱:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفوو درگزر اور شان کریمی کا حال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کی ہلاکت اور ان کیلئے بھی عذاب کو ترجیح نہیں دیتے، جب دشمنوں سے اتنا مبنی برکرم معاملہ ہے تو پھر روز قیامت اپنے عاشقوں اور چاہنے والوں سے آپ کا معاملہ کتنا

Marfat.com

عظیم اور کرم بھرا ہو گا۔

ہندہ اور وحشی غلام جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ فتح مکہ کے دن وہ بھی آپ کے کرم کی امید لگائے کھڑے تھے اس لئے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کریمی کو دیکھا تھا۔

نکتہ۲:

ہندہ وحشی اور دیگر اسلام کے دشمن اور مسلمانوں پر ظلم ڈھانے والے شہر مکہ میں امید رحمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا لیے کھڑے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کام آئیں تو پھر ایسا کیوں نہ ہو کہ حشر کے میدان میں ہر امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و کرم کیلئے منتظر رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے سمندر سے حصہ وافر حاصل کرنے کو تیار کھڑا ہو۔

انسان کامل کے حوالے سے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات کا مختصر نقشہ کھینچا ہے اس پیغام پر قلم بند کرنے سے پہلے یہ پیام قلمبند کرتا ہوں:

شان و کمال سے سرفراز ہیں محمد ﷺ
حقیقت میں خدا کا راز ہیں محمد ﷺ
یہ دونوں جہاں سجے ہیں ان کے واسطے
مگر دونوں جہاں سے بے نیاز ہیں محمد ﷺ
افلاک سے آگے ہے ان کی پرواز
ملک عرش کے شہباز ہیں محمد ﷺ
ملائکہ کو بھی فخر ہے ان کی ذات پر
اور انسانوں کے لیے بھی وجہ ناز ہیں محمد ﷺ

Marfat.com

اور ڈھونڈنے والوں سے کہوں گا کہ

ارباب نظر کو کوئی ایسا نہ ملے گا
انسان تو مل جائیں گے مولا نہ ملے گا
تاریخ ڈھونڈے گی اگر ثانیِ محمد ﷺ
ثانی تو' بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بارھویں کرن

دعائے خلیل علیہ السلام

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا

''اے ہمارے رب ان میں رسول بھیج''

Marfat.com

دعائے خلیل علیہ السلام

ا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مختصر تعارف:

حضرت ابراہیم علیہ السلام قصبہ اہواز میں پیدا ہوئے جو کہ عراق میں ہے جبکہ بعض کے نزدیک بابل میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام تارخ بیان کیا گیا ہے آپ کا سلسلہ نسبت گیاراں واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں بت پرستی کا بہت زیادہ رواج تھا قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر 29 مقامات پر آیا ہے۔

محمد بن اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ نمرود بن کنعان بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے اور اس کی روشنی سے سورج اور چاند بے نور ہو گئے ہیں۔ نمرود اس خواب سے خوفزدہ ہو گیا اور کاہنوں کو بلا کر اس خواب کی تعبیر دریافت کی، کاہنوں نے اسے آگاہ کیا کہ ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں تیرا تخت تباہ ہو جائے گا۔ اس واقعے کے بعد نمرود نے حکم دیا کہ جتنے بچے اس سال پیدا ہوں تمام قتل کر دیئے جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے جب یہ ماجرہ سنا تو تولد کے وقت باہر ایک غار میں تشریف لے گئیں وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی آپ کی والدہ روزانہ آپ کو دودھ پلانے کیلئے تشریف لے جاتیں ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے عجب سماں دیکھا کہ آپ اپنی انگلی چوس رہے ہیں اس میں سے دودھ نکل رہا ہے آپ ایک ہفتہ میں اتنے بڑے نظر آتے جیسے ایک ماہ کا بچہ اور ماہ میں سال کے بچے کے برابر نظر آتے جب آپ ہوشیار ہوئے اور کلام کرنا شروع کیا تو ایک دن اپنی والدہ سے پوچھا میرا رب کون ہے؟ والدہ نے جواب دیا کہ میں ہوں کیونکہ رب پرورش کرنے والے کو کہتے ہیں پھر والدہ سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ والدہ نے جواب دیا کہ تیرا باپ میرا رب ہے پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ

Marfat.com

ان کا رب کون ہے؟ والدہ نے جواباً کہا کہ ان کا رب نمرود ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلسلہ سوالات کو جاری رکھتے ہوئے پوچھا کہ نمرود کا رب کون ہے؟ والدہ نے کہا خاموش ہو جاؤ۔ آپ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کے والد کو جا کر بتایا کہ جس لڑکے کی بابت مشہور ہے کہ اہل زمین کا دین بدل دے گا وہ تمہارا یہی لڑکا ہے کیونکہ یہی ایسی باتیں کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں اس لئے آپ کی تبلیغ بھی ایسے امتیاز کی تھی کہ ربوبیت صرف اللہ کا حق ہے جو تمام کائنات کا مالک اور خالق ہے۔ آپ نے بھرپور انداز میں بت پرستی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور توحید کی دعوت کو عام کر دیا جب ان حالات سے نمرود باخبر ہوا تو اس نے آپ کو عدالت میں طلب کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام بلا خوف وخطر اس کی عدالت میں چلے گئے۔ جب بھی کوئی نمرود کے دربار میں جاتا تو نمرود کے سامنے جھکتا اور سجدہ کرتا۔ آپ نے نہ تو نمرود کو سجدہ کیا اور نہ ہی اس کے سامنے جھکے۔ نمرود نے غصے میں پوچھا کہ تو نے مجھے سجدہ کیوں نہ کیا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتا نمرود نے پوچھا کہ تیرے پروردگار کی تعریف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو نمرود نے کہا یہ کام تو میں بھی کرتا ہوں اس نے دو واجب القتل قیدیوں کو بلایا ایک کو قتل کیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام معاملہ سمجھ گئے اور فوراً فرمایا میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے اور اگر تو کر سکے تو سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔ اس پر نمرود مبہوت الحواس ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کے واقعات نہایت خوبصورت انداز میں بیان کئے گئے ہیں آپ نے دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں بے شمار مشکلات کا سامنا کیا جب آپ کی عمر 155 سال ہوئی تو ضعف اور کمزوری محسوس ہوئی حضرت عزرائیل آپ کے پاس آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ رب تعالیٰ سے پوچھو کہ کسی دوست نے اپنے دوست کا جی لیا ہے پھر آپ نے میری جان لینے کا حکم دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے خلیل سے دریافت کرو کہ کسی دوست نے اپنے دوست کی ملاقات سے انکار کیا یہ بات سنتے ہی ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا حکم الٰہی کو بجالاؤ پھر عزرائیل نے آپ کی روح مبارک قبض کی۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا ہمارا موضوع ہے جو آپ علیہ السلام نے تاجدار انبیاء کو بارگاہ رب العزت سے طلب کرتے ہوئے مانگی۔ وہ دعا کیا تھی اور کب مانگی گئی؟ قرآن پاک یوں بیان فرماتا ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (البقرۃ آیت ۱۲۷۔۱۲۹)

اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم علیہ السلام اس گھر کی نیویں اور اسماعیل یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا اے رب ہمارے اور کر ہمیں اپنے حضور گردن جھکانے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بے شک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان، اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

دعا سے قبل کی آیات سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگے جانے کی دعا کعبۃ اللہ کو بناتے ہوئے مانگی گئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت جس پتھر کو مقاصد تعمیر کیلئے استعمال کیا وہ پتھر مقام ابراہیم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ قرائن بتا رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر مانگا گیا ہے۔

Marfat.com

پتھر کی طبیعت اور مزاج سخت ہوتا ہے نہ کہ نرم لیکن جس پتھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگا گیا اس کا مزاج ہی بدل گیا اور اس پر آج بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان باقی ہیں۔ اور قیامت تک کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو کعبۃ اللہ میں معزز مقام عطا فرما دیا چنانچہ فرمایا:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى — اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ (البقرۃ آیت ۱۲۵)

دعائے خلیل علیہ السلام اور لفظ وابعث:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں وابعث کا لفظ استعمال فرمایا اس کے برعکس اپنے بیٹے کے لئے لفظ ھَبْ استعمال فرمایا۔ لفظ وابعث کسی چیز کے پہلے سے موجود ہونے کی نشاندہی کرتا ہے آیئے قرآن مجید سے اس کی کچھ مثالیں دیکھتے ہیں۔

۱۔ سورۃ مریم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے فرمایا گیا۔

سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا — اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن وفات پائے گا اور جس دن وہ اٹھایا جائے گا۔ (مریم آیت ۱۵)

دیکھئے حضرت یحییٰ علیہ السلام اٹھائے تب جائیں گے جب پہلے سے موجود ہوں گے یعنی اٹھائے جانے سے قبل ان کے وجود کا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا۔ (بقرۃ ۲۴۷) — اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔

قوم کی طرف طالوت کے بھیجے جانے سے قبل طالوت کا وجود تھا۔

۳۔ قَالُوْا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا (یٰسین ۵۲) — کہیں گے ہائے ہماری خرابی کس نے ہمیں سوتے سے جگایا۔

قبروں سے اٹھائے جانے سے پہلے ان اہل قبور کو دنیا میں وجود مل چکا تھا۔

Marfat.com

٤۔فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ (مائدہ ۳۱) تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا۔

کوئے کو اسی وقت پیدا نہیں کیا گیا بلکہ بعث کا لفظ بتا رہا ہے کہ کوا پہلے سے موجود تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بھیجا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لفظ وابعث کا استعمال فرما کے اس عقیدے کی تائید کر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے موجود تھے اور ابراہیم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں بھیجے جانے کی دعا کی۔

فیھم سے مراد اولاد اسماعیل، یا اہل مکہ ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ مکہ میں ایک ہی نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں ان چند خوبیوں اور امور کا ذکر بھی کر دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود پائی گئیں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے عرض کی۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ انہیں وہ تیری آیات پڑھ کر سنائے۔

توجہ طلب بات ہے کہ آیات وہی سنائے گا جسے آیات آتی ہوں گی آیات سے نابلد شخص کبھی آیات نہیں سنا سکتا اور آیات سنانے کیلئے آیات کا پڑھنا آنا لازمی ہے لہٰذا آیات سنانے والا آیات پڑھنے والا بھی ہوگا اور جو آیات پڑھ سکتا ہو وہ ان پڑھ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اور وہ انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے بے شک تو غالب، حکمت والا ہے۔

جو چیز لکھی ہوئی شکل میں ہو اسے کتاب کہتے ہیں لکھنے والے کو کاتب کہتے ہیں۔ تعلیم کتاب سے مراد کتاب سکھانا ہے۔ اور کتاب سکھانے کا کام وہی سرانجام دے سکتا ہے جو کتاب کے علم سے شناسا ہو دوسرے لفظوں میں جو کتابت کو بھی جانتا ہو الفاظ کا شعور الفاظ کے لکھنے سے ہی آتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں یہ بھی عرض کی کہ وہ نبی ان لوگوں کو پاک کرے۔ یاد رہے کہ جو پاک کرنے کیلئے آئے گا اس کا پاک ہونا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر ہم وضو سے طہارت حاصل کرتے ہیں اس مقصد کیلئے وضو کے پانی کا پاک ہونا لازمی ہے وگرنہ وہ ہمیں پاک نہیں کرے گا۔ علاوہ ازیں جس برتن میں وہ پانی رکھا جائے گا اس برتن کا پاک ہونا لازمی ہے وگرنہ پانی پاک نہیں رہے گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاک کرنے کیلئے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاک ہیں جہاں جہاں آپ کے نور کو رکھا گیا اور بالخصوص جس بطن مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھا گیا سب کا پاک ہونا لازمی ہے۔ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے قائل نہیں ان کیلئے یہ نکتہ قابل غور ہے۔

اس حوالے سے چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔ جو کہ قرآن پاک سے ناچیز نے بطور دلیل اخذ کی ہیں۔

۱۔ مومن مشرک سے بہتر ہے:

اللہ تعالیٰ نے بندہ مومن کو مشرک سے بہتر قرار دیتے ہوئے فرمایا:

فَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ   اور مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے

کیا جس نبی کیلئے ہر آنے والی گھڑی بہتر ہے اس کو اللہ تعالیٰ بہتر لوگوں میں پیدا نہیں فرمائے گا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر دور میں موحد لوگوں کی کچھ تعداد زمین پر رہی لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ موحدین کو چھوڑ کر مشرکین کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمائے۔

۲۔ مشرک نجس ہیں:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الۡمُشۡرِكُوۡنَ نَجَسٌ   بے شک مشرک نجس ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ مشرک نجس اور پلید ہیں تو پاک اور منزہ چیز کو گندے وجود میں رکھا جائے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

Marfat.com

۳۔ اللہ کے انعام یافتہ بندے:

اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے لوگوں پر اپنا انعام کیا چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ
اللہ نے انعام کیا انبیاء پر اور صدیقین پر اور شہداء پر اور صالحین پر۔

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود اللہ تعالیٰ کا انعام نہیں ہے؟ ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ انعام یافتہ بندے ہیں اور انعام یافتہ مومن ہی ہوتے ہیں مشرک اور کافر کبھی نہیں۔

۴۔ کفار کی قبروں پر جانا جائز نہیں:

کفار اور مشرکین کی قبور پر جانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (کافر) کی قبر پر مت کھڑے ہوں۔

چونکہ قبر کی زیارت کرنے میں صاحب قبر کا احترام ہے جبکہ کفار کیلئے عزت نہیں قرآن نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا۔

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔
بے شک عزت ہے اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ زیارت قبر میں صاحب قبر کی عزت اور تعظیم ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت کا ملنا ان کے مومن ہونے کی دلیل ہے۔

۵۔ والدین کیلئے طلب رحمت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے حبیب کو حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۝
آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

دعائے رحمت صرف مومنین کیلئے ہوتی ہے۔

Marfat.com

تیرھویں کرن

نکتہ فیض محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا

”اے انسانوں بے شک میں تم سب کی طرف
اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں“

Marfat.com

نکتہ فیض محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے دلوں کے بجھے ہوئے بلبوں کو ہدایت کے کرنٹ سے روشن کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور اگر میں مثال کے طور پر بیان کرنا چاہوں تو یوں کہہ سکتا ہوں کہ ہر نبی گویا کہ نور ہدایت کے کرنٹ کا سرچشمہ تھا اور جس نے اپنے دل کے بلب کی تار انبیاء علیہم السلام کی ذات سے جوڑ لی وہ ایمان کی روشنی سے منور ہو گئے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیا علیہم السلام کو اپنی قوم کے لیے بعض کو اپنے علاقے کے لیے اور بعض کو چند علاقوں کے لیے چراغ ہدایت بنا کر بھیجا اور انہیں ظاہری حیات بہ نسبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم زیادہ دی گئی حتیٰ کہ بعض انبیاء علیہم السلام نے کئی سو سال حیات ظاہری پائی اور دعوت وتبلیغ کی۔ بعض اوقات ایک ہی علاقے میں دو، دو تین تین انبیاء علیہم السلام بھیجے آبادی کم تھی انبیاء علیہم السلام ایک سے زائد ایک ہی قوت میں کارِ دعوت دین حق کیلئے تشریف لائے مگر آہستہ آہستہ انسانیت کی آبادی زمین پر بڑھتی گئی ہم دیکھتے ہیں ایک دور میں حضرت موسیٰ نبی ہیں تو اسی دور میں آپ کے بھائی ہارون اور آپ کے سسر حضرت شعیب علیہم السلام بھی نبی ہیں لیکن جب تاجدار انبیاء علیہم السلام کو سوئے کائنات نبی بنا کر بھیجا گیا تو آپ کے وقت کوئی نبی موجود نہ تھا آپ واحد نبی تھے۔ عقل کا تقاضا تو یہی ہے کہ جب انسان کم تھے اور انبیا علیہم السلام دو یا اس سے زائد آتے رہے تو اب چاہیئے تو یہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام کئی تعداد میں آتے کیونکہ آبادی کافی بڑھ چکی تھی۔

عقل کا تقاضا کیا ہو سکتا ہے مثال سے سمجھیئے۔ اگر آپ ایک آدمی کو ایک گھنٹے کا وقت دے کر کہتے ہیں کہ بیس صفحات لکھے اب اگر جسے آپ چالیس صفحات لکھنے کے لیے کہیں تو چاہیے کہ اسے دو گھنٹے دیئے جائیں مگر یہ عجیب تر بات ہو گی کہ آپ کسی کو وقت ایک گھنٹے کا

Marfat.com

دیں لیکن لکھنے کے لیے صفحات کی تعداد سو مقرر کریں یہ یقیناً خلاف عقل ہے۔ ایک قوم یا ایک ملک کی طرف بھیجے جانے والے انبیاء علیہم السلام کو حیات ظاہری کا عرصہ زیادہ عطا کیا گیا کسی کو 900 سال کا عرصہ دیا گیا مگر ذمہ داری کم تھی یعنی صرف اپنی قوم کو چراغ ہدایت سے منور کرنا۔ حیرت کی بات ہے کہ جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اتنی بڑی ہے کہ اسے تمام کائنات تک پیغام ربانی پہنچانا ہے اسے دعوت و تبلیغ کیلئے تقریباً فقط 23 تیئس سال کا عرصہ دیا گیا ہے۔

یہاں عقل و خرد کے پیمانے ٹوٹ جاتے ہیں مگر عشق و محبت کے پیمانے کام آتے ہیں اور عقل اگر شاگردِ عشق بن جائے تو وہ ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ لوگو جس کا عرصہ زیادہ اور ذمہ داری کم ہے اور جس کا عرصہ کم اور ذمہ داری زیادہ ہے ضرور اس میں اور پہلے انبیاء علیہم السلام میں فرق ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ ان ہدایت کے میٹروں کی تمام پاور جمع کر کے ایک ایسا نورِ ہدایت کا ٹرانسفارمر بنایا گیا جو ساری کائنات کے کفر کی بدولت بجھے دل کے بلبوں کو روشن کر سکتا ہے لہٰذا اس کی ہدایت کا کرنٹ تمام انبیاء علیہم السلام کے ہدایت کے مجموعی کرنٹ سے زیادہ ہے۔

اس کو ہم اس مثال سے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر واپڈا والے ایک ٹرانسفارمر لگاتے ہیں جو پچیس گھروں کو کرنٹ مہیا کر سکتا ہے جب یہ گھر پچاس ہوں گے تو دو ٹرانسفارمرز چاہیئے ہوں گے اور اگر گھروں کی تعداد پچھتر ہوگئی تو تین اور اگر سو ہوگئی تو ایسے چار ٹرانسفارمرز لگانا پڑیں گے اور اگر یہ ضرورت ایک ہی ٹرانسفارمر سے پوری کرنا مقصود ہو گا تو ایک ایسا ٹرانسفارمر لگایا جائے گا جو اکیلا ان سب کی پاور کا متحمل ہو۔ عقل کا تقاضا تو یہی ہے کہ قبائل، خاندان اور نسل انسانی زیادہ ہوگئی تو انبیاء بھی زیادہ آتے یا پھر کسی ایک نبی کو بھیجنا ہی مقصود ہو تو اس میں طاقت ہدایت و نبوت کو بڑھایا جائے۔ اور یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کے نور ہدایت اور کمالات کے مجموعے سے بڑھا کر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

والہ وسلم کو بھیجا کسی نے کیا خوب کہا ہے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہماں دارند تو تنہا داری

پانی کا ایک ننھا منھا قطرہ دو چار چیونٹوں کی ضرورت پوری کر سکتا ہے چند قطرے ہوں تو چڑیا کی ضرورت پوری ہو جائے اگر چشمہ ہو تو کئی انسانوں کی ضرورت پوری کر دے اگر دریا ہو تو کئی زمینوں کو سیراب کر دے مگر اگر پانی سمندر کی صورت میں ہو تو ساری کائنات بھی پانی پیئے تو اس کی وسعت اور پانی میں کمی واقع نہ ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نور نبوت و ہدایت کا سمندر ہیں اور قیامت تک چاہنے والوں کی روحانی پیاس بجھتی رہے گی مگر آپ کے فیض کا روحانی سمندر ویسے کا ویسے ہی جاری رہے گا۔

بقول بندہ ناچیز:

پر انوار نبیوں کی سب ذاتیں تھیں
سب شان علیحدہ رکھتی تھیں
کچھ نور کے چشمے ٹھہرے تھے
کچھ ندیاں بن کر چمکے تھے
دریا بن کر کچھ بہتے تھے
الگ الگ یہ دھارے تھے
خالق نے یہ سب سمیٹے تھے انوار کا بحر بنا ڈالا
وہ محمدؐ بہت پیارے تھے ان کا نور سجا ڈالا

Marfat.com

اور کہنا پڑے گا:

حضرت موسیٰ کا ہاتھ ید بیضا ٹھہرا
میرے آقا کا ہاتھ ید اللہ ٹھہرا
حضرت سلمانؑ سے پرندوں نے بولیاں بولیں
میرے آقا کے ہاتھ میں کنکریاں بولیں
حسن یوسفؑ میں انوار ملائکہ کی جھلک تھی
حسن مصطفےٰ میں انوار خدا کی جھلک تھی
حضرت سلیمانؑ کو ایک جہاں کا اقتدار ملا
حبیب الرحمان کو دو جہاں کا اقتدار ملا
حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں محو ذکر رحمان ہوئے
مگر میرے آقا غار حرا میں صاحب قرآن ہوئے
حضرت آدمؑ فقط ایک بار مسجود ملائکہ ہوئے
آپ کے لیے درود و سلام کے تحفے سدا ہوئے
خلیلؑ نے اللہ کا گھر بنایا
حبیبؐ نے اللہ کا گھر بسایا

☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

چودھویں کرن

بہترین امت

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ

''تم بہترین امت ہو''

Marfat.com

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ

اللہ تعالیٰ نے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین امت قرار دیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے سرفراز فرمایا جو اس سے قبل انبیاء کے ذمہ تھی۔ اس امت کو جو فضائل اور کمالات عطا ہوئے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہیں۔ عالم نصرانیت و یہودیت کیلئے حیران کن بات یہی ہو گی کہ انہوں نے انبیاء کے ساتھ ان کی زندگی میں دشمنی مول لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چند دن کیلئے امت سے جدا ہوئے تو امت نے اپنے نبی کے مشن کو بھلا دیا اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی ان کی زندگی کے درپے ہو گئے اور انہیں تختہ دار تک لے جا پہنچے۔ لیکن چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود یہ امت اپنے نبی کے ناموس پر جان دینے کے لئے تیار ہے اور اپنے نبی کے مشن کی حفاظت کیلئے ہر طرح کی قربانی کیلئے تیار ہے۔ اس لئے یہی امت بہترین امت کہلوانے کی حقدار ہے۔ اس امت کے خلاف طرح طرح کی سازشیں ہوئیں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے جذبے کو کمزور کیا گیا لیکن اشداء علی الکفار کا جذبہ اب بھی اس امت میں موجود ہے بلکہ ہر دور میں موجود رہا یہی وجہ ہے کہ کسی بھی دور میں اگر کسی نے شان رسالت مآب میں گستاخی کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ادنیٰ اور گنہگار امتی نے بھی اس کو گوارا نہ کیا۔ صرف بیسویں صدی میں ہندوستان میں کئی عشاقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گستاخان رسول کو واصل جہنم کیا جن میں کچھ کے نام بطور حوالہ درج ذیل ہیں:

۱۔ راجپال نے توہین رسالت کی تو غازی علم الدین شہید نے واصل جہنم کر دیا۔

۲۔ رام گوپال نے توہین رسالت کی تو مرید حسین نے اسے واصل جہنم کر دیا۔

Marfat.com

۳۔ سوامی شردھانند نے توہین رسالت کی تو غازی عبدالرشید نے اسے واصل جہنم کر دیا۔
۴۔ نتھو رام نے توہین رسالت کی تو غازی عبدالقیوم نے اسے واصل جہنم کر دیا۔
۵۔ چنچل سنگھ نے توہین رسالت کی تو غازی سعد اللہ خان نے اسے واصل جہنم کر دیا۔
۶۔ کھیم چند نے توہین رسالت کی تو غازی منظور حسین نے اسے واصل جہنم کر دیا۔
۷۔ جیرن داس نے توہین رسالت کی تو غازی میاں محمد نے اسے واصل جہنم کر دیا۔
۸۔ ویدا سنگھ نے توہین رسالت کی تو غازی احمد دین نے اسے واصل جہنم کر دیا۔
۹۔ ہر دیال سنگھ نے توہین رسالت کی تو غازی معراج دین نے اسے واصل جہنم کر دیا۔
۱۰۔ عبدالحق قادیانی نے توہین رسالت کی تو حاجی محمد مانگ نے اسے واصل جہنم کر دیا۔

جب تک یہ جذبہ موجود رہے گا یہ امت بھی بہترین رہے گی۔ اپنے نبی کیلئے مر مٹنے کا جذبہ ایسا ہی ہونا چاہیے کہ ان ہی کی بدولت اس امت کو فضائل و کمالات سے نوازا گیا۔ چند فضائل یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ جنت کے سردار امت محمدی سے ہوں گے:

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحسن و الحسین سید اشباب اہل الجنۃ — حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ھذان سیدا کھول اہل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔ — انبیاء اور رسولوں کے علاوہ یہ دونوں جنت کے پہلے سے لے کر آخری تک عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

اسی طرح سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو جنت کی خواتین کا سردار قرار دیا گیا۔

Marfat.com

۲۔امت محمدی کا کافی تعداد میں بغیر حساب جنت میں جانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یدخل من امتی الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب — میری امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے داخل جنت ہوں گے۔ (بخاری)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور مزید فرمایا:

مع کل الف سبعون الفا و ثلاث حثیات من حثیاتہ۔ — اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار افراد اور اپنے تین چلو بھر کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ (ترمذی)

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جان ہے تم میں سے جو کوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے پھر وہ جنت کے سوا ہر راستے سے رک جاتا ہے اور میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ تم تمہاری بیویاں اور تمہاری نیک اولادیں جنت میں اپنے مکان تیار نہ کرلیں۔'' (ابن ماجہ)

۳۔امت محمدی کا پہلی اور آخری امت ہونا:

دنیا کیا ہے؟ امتحان گاہ ہے اس امتحان گاہ میں امت محمدی کو سب سے آخر میں بھیجا گیا لیکن قبروں سے اٹھاتے وقت اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اس امت کو اٹھائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نحن الآخرون السابقون يوم القيامة بيد انهم اوتوالكتاب من قبلنا و اوتيناه من بعدهم (بخاری)

ہم دنیا میں سب سے آخری اور قیامت کے دن سب سے پہلے ہیں سوائے اس کے کہ دوسری امتوں کو ہم سے پہلے کتابیں دی گئیں اور ہمیں ان کے بعد کتاب دی گئی۔

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نحن الآخرون من اهل الدنيا والاولون يوم القيامة المقفٰى لهم قبل الخلائق۔ (مسلم)

ہم دنیا میں سب سے آخری ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے ہیں کہ تمام مخلوق سے پہلے امت مسلمہ کا حساب لیا جائے گا۔

چنانچہ یہ امت قبروں میں دیگر امتوں کی نسبت بہت کم وقت گزارے گی۔

۴۔ امت محمدی میں کثرتِ شفاعت کا ہونا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اس امت کو اللہ پاک نے شفاعت کی نعمت سے فیض یاب فرمایا اس امت کی یہ خوبی ہے کہ اس امت کے بعض افراد بعض کی شفاعت کریں گے اور ان کے جنت میں جانے کا سبب بنیں گے۔

حضرت حارث بن اقیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الرجل من امتى من يدخل الجنة شفاعته اكثر من مضر۔ (مستدرک)

میری امت میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو کہ اپنی شفاعت کے سبب سے قبیلہ مضر سے زائد افراد کو جنت میں داخل کرے گا۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

وان الرجل يشفع للقبيلة من الناس فيدخلون الجنة بشفاعته وان الرجل يشفع

اور ایک شخص ایسا ہوگا جو کہ لوگوں کے ایک قبیلے کی شفاعت کرے گا اور ان کو اپنی شفاعت کے سبب سے جنت میں داخل کر

Marfat.com

للرجل واهل بیته فیدخلون الجنة شفاعته. دے گا اور ایک شخص ایسا بھی ہوگا جو کہ ایک آدمی اور اس کے گھر والوں کی شفاعت کرے گا وہ بھی اپنے شفاعت کے سبب سے ان کو جنت میں داخل کردے گا۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں ایک جماعت کے ساتھ تھا ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''میری امت میں سے ایک آدمی کی شفاعت سے بنو تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص میرے علاوہ ہوگا جب وہ شخص کھڑا ہوا تو میں نے پوچھا کہ وہ شخص کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابن ابی الجدعاء ہے۔''

(ترمذی)

۵۔ امت محمدی تمام جنت میں جائے گی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے کہ یہ ساری کی ساری امت جنت میں جائے گی دوسری امتوں کے بعض افراد جنت میں داخل ہوں گے اور بعض جہنم میں جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی. میرا ہر امتی جنت میں جائے گا سوا اس کے جس نے انکار کیا (وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ منکر کون ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی. (بخاری) جس آدمی نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

Marfat.com

حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کا حشر تین قسموں میں ہوگا۔ ایک قسم وہ ہے جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگی اور ایک قسم وہ ہے جن سے تھوڑا سا حساب لیا جائے گا پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ایک قسم وہ ہے کہ انہیں اس حال میں لایا جائے گا کہ ان کی پشتوں پر پہاڑوں جتنے گناہ ہوں گے پس اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرشتوں سے پوچھے گا کہ یہ کون ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ یہ تیرے بندے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان کی پشتوں سے ان کے گناہوں کو گرادو اور ان گناہوں کو یہودیوں اور عیسائیوں پر ڈال دو ان کو میری رحمت کے سبب سے جنت میں داخل کردو۔ (مستدرک)

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے خالد بن یزید نے کسی ایسے خوش کن کلمہ کے بارے میں سوال کیا کہ جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:

الا کلکم یدخل الجنة الا من شرد علی الله شرادالبعیر علی اھلہ۔ (مجمع الزوائد)	جان لو کہ تم تمام جنت میں جاؤ گے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اس طرح نکلا جس طرح مالک سے اونٹ بھاگ جاتا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یجئ یوم القیامة ناس من المسلمین بذنوب امثال الجبال فیغفرھا الله لھم ویضعھا علی الیھود والنصاریٰ (مسلم)	قیامت کے دن مسلمانوں میں سے کچھ لوگ پہاڑوں کی مثل گناہوں کے ساتھ لائے جائیں گے پس اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور ان گناہوں کو یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا۔

Marfat.com

۶۔امت محمدی کیلئے تھوڑے عمل پر زیادہ ثواب:

اللہ تعالیٰ کا امت محمدی پر یہ خصوصی فضل و کرم ہے کہ اس امت کو کم عمل پر زیادہ اجراور ثواب عطا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہاری دنیاوی زندگی کا عرصہ دوسری امتوں کے افراد کی دنیاوی زندگی کے عرصے کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے پورے دن کے مقابلے میں عصر سے مغرب کا وقت، تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی مزدوروں سے کام لے اور کہے کہ نصف النہار تک ایک قیراط پر کون میرے لئے کام کرے گا؟ تو یہود نے اس معاوضے پر کام قبول کیا نصف النہار سے نماز عصر تک ایک قیراط معاوضے پر نصاریٰ نے کام قبول کیا۔ پھر اس نے کہا کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک دو قیراط پر کون میرے لئے کام کرے گا؟ صحابہ جان لو کہ تم وہ لوگ ہو جنہوں نے نماز عصر سے سورج کے غروب ہونے تک دو قیراط معاوضے پر کام کیا اور یہ کہ تمہارے لئے دوگنا معاوضہ اس پر یہود و نصاریٰ غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے کہا:

نحن اکثر عملا واقل عطاء قال اللہ هل ظلمتکم من حقکم شیأ قالوا لا قال فانه فضلی اعطیه من شئت۔ (بخاری)

ہم نے زیادہ عمل کیا لیکن ہمیں کم عطا کیا گیا تو اللہ نے فرمایا کہ کیا تمہیں حق سے کچھ کم ملا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں تو اللہ نے فرمایا کہ حق سے زیادہ دینا میرا فضل ہے جسے چاہوں میں عطا کرتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جو فضل امت محمدیہ کے حصے میں آیا ہے یا آئے گا وہ کسی اور امت کے حصے میں نہیں۔

۷۔امت محمدی کیلئے چمک کا ہونا:

اللہ تعالیٰ کی ایک اور عنایت خاص جو امت محمدی کیلئے ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کے دن

Marfat.com

ان کے وضو کے اعضاء چمک رہے ہوں گے اور یہ امت دوسری امتوں سے ممتاز ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان امتی یأتون یوم القیامة معجلین من اثر الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرة فلیفعل (بخاری)

قیامت کے دن میری امت وضو کے اثر کے سبب چمکتے ہاتھ پاؤں اور چمکتے چہرے کے ساتھ آئے گی پس تم میں سے جو کوئی اپنی اس چمک کو بڑھانا چاہے وہ وضو کیا کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے مومنین کے گھر والو السلام علیکم بے شک ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں میں نے پسند کیا کہ اپنے بھائیوں کو دیکھ لوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ رہتے ہو اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ہم سے بعد میں آئیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کو کیسے جان جائیں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس آدمی کے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو جس کے پاس چمکتے پاؤں اور چمکتی پیشانی والا گھوڑا ہو۔ اس گھوڑے کی پشت کے دونوں طرف ایسا سیاہ رنگ ہو جو کسی دوسرے سے نہ ملتا ہو کیا وہ اپنے گھوڑے کو پہچان نہیں لے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (روز قیامت) امت مسلمہ اس حال میں آئے گی کہ وضو کے سبب سے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے اور میں حوض کوثر پر ان سے پہلے موجود ہوں گا۔ (مسلم)

۸۔ امت محمدی کے فدیہ میں دوسری امتوں کے لوگوں کا دیا جانا:

دوسری امتوں کے مقابلے میں امت محمدی کو ایک یہ بھی شان عطا کی گئی ہے کہ اس

Marfat.com

امت میں سے جو لوگ عذاب کے حقدار ہوں گے ان کے عوض میں اللہ تعالیٰ پہلی امتوں یہود و نصاریٰ کے افراد کا فدیہ دے گا۔ اور مسلمانوں کے گناہوں کو سابقہ امتوں کے اوپر ڈال دیا جائے گا یوں اس امت کیلئے نجات کا راستہ ہموار ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اذا کان یوم القیامۃ دفع اللہ عزوجل الی کل مسلم یھودیا اونصرانیا فیقول ھذا فکاکک من النار (مسلم)

جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مسلمان (گناہگار) کی طرف کسی یہودی یا نصرانی کو کر دے گا اور ارشاد فرمائے گا یہ جہنم سے چھٹکارے کیلئے تمہارا فدیہ ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے۔

یجئیی یوم القیامۃ ناس من المسلمین بذنوب امثال الجبال فیغفرھا لھم ویضعھا علی الیھود والنصاری۔ (مسلم)

قیامت کے دن مسلمانوں میں سے بعض لوگ اس طرح لائے جائیں گے کہ ان کے گناہ پہاڑوں کی مثل ہوں گے پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے گناہ بخش دے گا اور ان گناہوں کو یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی گناہ گار مسلمان مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ جہنم میں کسی یہودی یا نصرانی کو ڈال دیتا ہے۔

۹۔ امت محمدی کا جنت میں سب سے پہلے داخل ہونا:

اگرچہ یہ امت تمام امتوں کے بعد آئی ہے لیکن قیامت کے دن بعد از حساب و کتاب تمام امتوں سے پہلے جنت میں جانے کا اعزاز اس امت کو عطا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہم دنیا میں سب سے آخری ہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (مسلم)

Marfat.com

حضرت حذیفہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میرے داخل ہونے سے پہلے تمام انبیا علیہم السلام پر اور میری امت کے داخل ہونے سے پہلے تمام امتوں پر جنت کا داخلہ حرام کر دیا گیا ہے۔ (مسلم)

ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی قدر ہے:

ان اوّل زمرة تدخل الجنة من امتی علی صورة القمر لیلة البدر	سب سے پہلے میری امت کا گروہ جنت میں داخل ہوگا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔ (مسلم)

۱۰۔تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا غم امت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم کے دل میں اپنی امت کے لئے جو محبت کا جذبہ اور خیر خواہی موجود تھی وہ کسی اور نبی کے دل میں اپنی امت کیلئے موجود نہیں ہوسکتی اگر چہ تمام انبیاء اپنی امتوں سے محبت کرتے تھے لیکن آپ نے اپنی امت سے مثالی محبت فرمائی اور اس امت کا درد اور غم ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں موجود رہا اس امت کو کسی مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول نہ پائے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب قرار دیا اور یہ بھی فرمایا کہ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے اور تمہاری بھلائی چاہنے میں یہ حریص ہیں۔

حضرت ام فضل کا فرمان ہے کہ آخری دیدار کے وقت آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے قریب ہوکر آواز سنی تو فرمارہے تھے اللھم اغفر لامتی۔"اے اللہ میری امت کو بخش دے۔"

(مدارج النبوۃ)

شمائل ترمذی میں ہے کہ ساری رات امت کی بخشش کیلئے دعا فرماتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے۔

معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی مشقت کم کروانے کیلئے بار بار بارگاہ الٰہی میں گئے۔

Marfat.com

امت کے گناہ گاروں کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کو اختیار فرمایا چنانچہ ترمذی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کرلوں یہ کہ اللہ تعالیٰ میری نصف امت کو جنت میں داخل کر دے یا یہ کہ مجھے شفاعت کا موقع ملے تو میں نے حق شفاعت کو اختیار کرلیا۔''

حق شفاعت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی بہتری کیلئے اختیار فرمایا کیونکہ یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گار امتیوں کیلئے شفاعت فرمائیں گے جیسا کہ جامع ترمذی کی حدیث میں آیا ہے ''میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کی شفاعت میرے ساتھ مخصوص ہوگی۔''

پیچھے بیان کردہ سارے فضائل اور کمالات اس امت کو فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت عطا ہوئے ہیں۔ جس نبی کے دل میں امت کیلئے اس قدر محبت اور پیار ہو اور جس کے سبب سے اس امت پر خاص کرم خدا ہوا اور دیگر تمام امتوں سے اس امت کو منفرد اعزازات ونوازشات سے نوازا جائے اس امت پر لازم ہے کہ وہ اپنے نبی سے سچی محبت رکھے۔ اپنے نبی کے احسانات کی ممنون رہے۔ اپنے نبی سے اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرے اپنے نبی کے بارے میں اپنے عقائد کو خوبصورت اور مبنی بر حقیقت رکھے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

پندرھویں کرن

وجودِ محمدی اور سائنس

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ

''اس نے انسان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا فرمایا اور انہیں قرآن سکھایا''

Marfat.com

وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور سائنس

۱

سورج نظام شمسی کا سب سے بڑا ستارہ ہے، چنانچہ جب یہ طلوع ہوتا ہے تو تمام ستارے ماند پڑ جاتے ہیں اور تمام ستاروں کی روشنی مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں ''کنت نبیا و آدم بین الماء والطین'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ خلق نور نبینا امرہ ان ینظر الیٰ انوار الانبیا علیہم السلام فغشیہم منہ۔ قالو ربنا من غشینا نورہ قال ھذا نور محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امنتم بہ جعلنا کم انبیا قالوا منابہ و بنبوتہ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے جب ہمارے نبی کے نور کو پیدا فرمایا تو اسے حکم دیا کہ وہ انبیاء کے انوار کی طرف دیکھے اس کے دیکھنے کی وجہ سے ان کا نور ڈھانپ لیا گیا کہنے لگے اے ہمارے رب ہمارے انوار کو کس کے نور نے ڈھانپ لیا ہے فرمایا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کا نور ہے اگر اس پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں نبی بناؤں گا۔ سب نے کہا ہم اس پر اور اس کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک میں سراج منیر کہا۔ چنانچہ آپ آسمان نبوت کا سورج ہیں اور باقی انبیاء ستارے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کا نور ان کے انوار پر حاوی تھا۔

۲

سائنس کی رو سے سورج انتہائی گرم ستارہ ہے اور قریب جانے والی چیز کو جلا کر راکھ کر

Marfat.com

سکتا ہے اور آپ جو کہ آسمان نبوت کے سورج ہیں کے نور کو اللہ تعالیٰ نے حجابات میں ڈھانپ دیا۔ بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کو حاصل کرنا چاہا حالت خواب میں میں نے دیکھا کہ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہزار پردے حائل ہیں اور اگر میں ایک پردہ سے آگے جاؤں تو جل کر راکھ ہو جاؤں۔

۳

سائنس سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ سورج کی روشنی ہماری جان کیلئے لازمی ہے اگر وہ نہ ملے تو ہم مر جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا سورج ہیں جس کی روشنی ایمان کیلئے لازمی ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی روشنی ایمان کو نہ ملے تو ایمان مر جائے۔

۴

نظام شمسی میں تمام سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں گویا کہ سورج کی تابعداری کرتے ہیں جبکہ نظام مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراج منیر ہیں اور تمام عشاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیارے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا طواف کرتے ہیں۔

۵

سائنس کی رو سے تمام سیارے اور چاند سورج سے روشنی حاصل کر کے منعکس کرتے ہیں، چاند اور سیاروں کی روشنی درحقیقت سورج کی روشنی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کا سورج ہیں اور صحابہ سے دنیا کو ملنے والی روشنی دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض ہے۔

۶

سائنس کی رو سے کائنات کے مختلف حصے ہونے سے پہلے پوری کائنات ایک گولے کی شکل میں تھی جس سے سورج، چاند، ستارے، زمین وغیرہ بنے۔

Marfat.com

حدیث جابر کی رو سے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا پھر اس نور سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔

۷

سائنس کی رو سے ہر جاندار کا بنیادی حصہ خلیہ ہے اور خلیے میں ایک مرکزہ ہوتا ہے تمام تر خوراک پہلے مرکزے کو ملتی ہے اور مرکزے سے پھر تمام خلیے کو مہیا ہوتی ہے۔

حدیث انما انا قاسم واللہ یعطی کی رو سے ساری نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے یہ نعمتیں تمام کائنات کو ملتی ہیں۔

۸

سورج کی کرنوں میں انتہا درجے کی گرمی پائی جاتی ہے جو ہماری برداشت سے باہر تھی لہٰذا سورج اور زمین کے مابین اوزون گیس کی تہہ ہے جس کی وجہ سے مناسب روشنی ہمیں مہیا ہوتی ہے اور ہم شدت گرمی سے محفوظ رہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو بھی اللہ تعالیٰ نے حجابات سے ڈھانپ لیا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور سے نکلنے والی نوری کرنوں کو برداشت کرنے کی ہمت کسی میں نہ ہوتی۔

۹

آکسیجن ہماری بنیادی ضرورت ہے اور اگر چند منٹوں کے لیے ہمیں آکسیجن نہ ملے تو ہم مر جائیں گے ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور محبت عاشقوں کیلئے سانس کی طرح لازمی ہے اور اگر عاشقوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد چند منٹوں کیلئے سلب ہو جائے تو وہ وصال یار میں تڑپ کر مر جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

سولہویں کرن

نکات معراج

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى

''اور قسم ہے ستارے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب وہ بلند ہوا''

Marfat.com

نکات معراج

تذکرہ معراج مختلف صورتوں میں ذکر ہوا ہے اور معراج ایک ایسی سیر ہے جس میں مکان کے ساتھ لامکاں بھی تاجدار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پا آ گیا۔

سفر معراج کو اللہ تعالیٰ نے سیر سے موسوم کیا ہے یعنی یہ ایک سیر تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو کرائی اور یہ سیر رات کے ایک حصے میں کرائی گئی سیر کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ سیر ہمیشہ دن کو کی جاتی ہے۔ کیونکہ رات کی سیر سے وہ لطف نہیں ملتا جو دن کی روشنی میں سیر کرنے سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا ہمیشہ سیر کرنے والے دن کا انتخاب کرتے ہیں رات کا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو سیر کرانے کے لیے دن کی بجائے رات کا انتخاب کیا کچھ نے کہا کہ رات کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ رات اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ میرے بندوں کو رات کو لے جاؤ بعض کے نزدیک رات کے انتخاب میں یہ حکمت تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کو سفر معراج پے جاتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجے کی محبت کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے لپٹ جاتے اور عرض کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بھی ساتھ لے چلیں یا ہمیں تنہا چھوڑ کر نہ جائیں یا پھر رات کا انتخاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراج منیر ہیں اور رات ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کو دن کی طرح دیکھ سکتے ہیں رات کے اندھیرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کو پوشیدہ نہیں کر سکتے۔

معراج کے سفر کے چار مرحلے ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی چار شانیں ہیں۔

۱۔ شان بشریت

۲۔ شان نبوت

۳۔ شان ملکیت

۴۔ شان حقیقت

معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں شانوں کو معراج کرائی گئی اس لئے

Marfat.com

ہم معراج کے سفر کو چار مختلف درجوں میں تقسیم کر سکتے ہیں اب ہم ان چاروں شانوں کی معراج کی بابت کچھ ذکر کرتے ہیں۔

۱۔معراج شان بشریت:

معراج کے سفر کا پہلا مرحلہ، مرحلہ بشریت ہے اور اس کی ابتداء مسجد حرام سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام مسجد اقصیٰ پر ہوتا ہے یہ وہ سفر ہے جو عام بشر بھی کر سکتا اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفر براق پر طے کیا مگر پھر بھی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جانے کی طاقت عام بشر کو بھی حاصل ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں جانے میں کیا راز تھا؟ وہ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مسجد حرام میں جماعت کراتے تو وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ تھا لیکن مسجد اقصی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیا علیہم السلام کا قبلہ تھا تمام انبیاء نے مسجد اقصیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی اس طرح ان کا گھر ان کا قبلہ لیکن امام آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے چنانچہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑا اعزاز تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبلے کی طرف رخ کر کے امامت فرمائی یا مسجد اقصیٰ میں اس امامت کا سبب یہ ہوسکتا ہے جیسا کہ بعض نے کہا کہ جب مسجد اقصیٰ سے بدل کر بیت اللہ مسلمانوں کا قبلہ بنا تو مسجد اقصیٰ نے بارگاہ رب العزت میں فریاد کی کہ مجھے اعزاز سے نواز لہٰذا معراج کی رات تمام انبیاء کی جماعت مسجد اقصیٰ میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس عظیم اعزاز سے نوازا۔

۲۔معراج شان نبوت:

مسجد اقصیٰ سے لے کر ساتویں آسمان تک کا سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت کی معراج تھی۔ کیونکہ اس تمام سفر کو انبیاء نے بھی طے کیا تھا جیسا کہ ہر نبی اپنے مقام اور مرتبے کے حوالے سے آسمانوں پر موجود پایا گیا پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام چوتھے آسمان پر حضرت ادریس پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام چھٹے آسمان پر حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود تھے اس سے اوپر کسی نبی کا وجود نہیں پایا گیا چنانچہ سفر کا یہ مرحلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت کی معراج ٹھہرا۔

۳۔ معراج شان ملکیت (نورانیت):

ملائکہ نوری مخلوق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانوں میں سے نورانیت ایک شان ہے ساتویں آسمان سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نورانیت کی معراج تھی کیونکہ بیت المعمور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کی امامت کرائی اور سدرۃ المنتہیٰ تک جرائیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک سفر رہے اور یہ اس عظیم فرشتے کی پہنچ کا آخری مقام تھا۔

۴۔ معراج شان حقیقت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حقیقت میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسفر نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری حقیقت میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سے بالاتر ہے اور اس کی واضح دلیل ہے کہ جہاں نورانیت خود جلتی تھی اور نوریوں کا سردار حضرت جرائیل علیہ السلام آگے بڑھنے سے قاصر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کا سفر بھی طے کیا۔ نورانیت ملائکہ جہاں نہ پہنچ سکتی تھی وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے اور حقیقت حال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت ملائکہ کی نورانیت سے اعلیٰ ہے اور وہ نورانیت کیا ہے؟ ممکن ہے وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہو جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا کہ میری حقیقت میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ کا مقام حقیقت کیا ہے؟ اس کا ادراک انسانی عقل نہ کر سکتی ہے۔ اور نہ کر سکے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کی ابتداء تو متعین ہے مگر انتہا کو رب تعالیٰ نے ''او ادنیٰ'' فرما کر اہل دنیا کو محو حیرت کر دیا کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ او ادنیٰ سے ملنے والا قرب کس کیفیت پر مبنی تھا؟

☆☆☆☆☆

Marfat.com

سترھویں کرن

ابلیسی سوچ

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ

"میں اس (آدم علیہ السلام) سے بہتر ہوں"

Marfat.com

اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ

میرے نزدیک نبوت کی بابت عقیدے کے حوالے سے دو قسم کی سوچیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ ملکوتی سوچ

۲۔ ابلیسی سوچ

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر شیطان کو یہ اعتراض تھا کہ وہ آدم علیہ السلام سے بہتر ہے لہٰذا وہ اسے سجدہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ شیطان آگ سے بنا ہے اور آدم مٹی سے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن کا مادہ تخلیق شیطان سے اچھا تھا یعنی ملائکہ کیا انہیں اس بات کا علم نہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں۔ کیا مٹی صرف شیطان کے علم میں تھی اور ملائکہ کے علم میں نہ تھی اگر تھی تو انہوں نے کیوں دعویٰ نہ کیا کہ ہم آدم سے بہتر ہیں کیونکہ ہمیں نور سے بنایا گیا ہے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے اس لئے ہم اس آدم کو سجدہ کیوں کریں لیکن قرآن شاہد ہے کہ تمام ملائکہ نے حکم ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے سجدہ کر دیا معلوم ہوا کہ وہ اس مٹی کو نہیں حکم ربانی کو دیکھ رہے تھے جبکہ شیطان کی نظر حکم ربانی کی بجائے وجود آدم پر تھی۔ قرآن پاک میں شیطانی عمل کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔ سورہ حجر میں ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدے میں گر جانا تو جتنے فرشتے

Marfat.com

السّٰجِدِیْنَ○ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَالَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ○ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ○ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ○

تھے سب کے سب سجدے میں گرے سوا ابلیس کے اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بد بودار گارے سے تھی فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے اور بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔

(حجر آیت ۲۸۔۳۵)

درج بالا آیات کریمہ میں چند چیزیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود جس مٹی سے بنایا گیا وہ بد بودار گارے سے تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے اس گارے میں اپنی معزز روح پھونک دی۔ اللہ تعالیٰ نے جب اس میں اپنی روح پھونک دی تو اس گارے کی وہ کیفیت نہ رہی جو پہلے تھی وہ وجود قابل قدر ہو گیا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے روح خاص پھونک دی تھی یہی راز ابلیس کو سمجھ میں نہ آیا۔

۲۔ ابلیس نے جب سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے استفسار فرمایا تاکہ خود اس کی زبانی معلوم ہو جائے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ کیوں نہ دیا۔ تو ابلیس نے یہی اعتراض کیا کہ وہ اس بشر کو سجدہ کیوں کرے جو بد بودار گارے سے اور بجتی مٹی سے بنایا گیا ہے حالانکہ اللہ پاک نے واضح کر دیا تھا کہ اس کو سجدہ تب کرنا جب میں اس میں اپنی روح پھونک دوں ابلیس روح الٰہیہ کی بجائے پھر بھی اپنی نظر اور توجہ بد بودار گارے پر رکھے ہوئے تھا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں شیطان کو مردود قرار دے کر جنت سے نکال دیا تاکہ واضح ہو جائے کہ نبی کا گستاخ جنت کا حقدار ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ قیامت

Marfat.com

کے دن تک اللہ تعالیٰ کا لعنت یافتہ ہے۔

۴۔ فرشتوں کی نظر حمامسنون کی بجائے نفخت فیه من روحی پر تھی اس لئے انہوں فوراً سجدہ کیا اور حکم ربانی کی تعمیل کی۔

سورۃ اعراف میں شیطانی کردار کی یوں عکاسی کی گئی ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ط قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ○ (اعراف ایت ۱۱۔۱۳)

اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس۔ یہ سجدہ والوں میں نہ ہوا فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اُسے مٹی سے فرمایا تو یہاں سے اتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے نکل تو ہے ذلت والوں میں۔

درج بالا آیات سے ظاہر ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابل تکبر کیا اور اپنے مادہ تخلیق کو آدم علیہ السلام کے مادہ تخلیق سے بہتر گردانتے ہوئے امر الٰہی کی پرواہ نہ کی جس کی بنا پر اسے مردود قرار دے کر جنت سے باہر کر دیا گیا۔

لفظ خلقتنی سے واضح ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق تسلیم کیا یعنی وہ توحید پر قائم تھا اس نے وجود باری تعالیٰ کا انکار نہیں کیا حاکمیت الٰہیہ کا انکار نہیں کیا اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابل تکبر کیا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ نہ کیا کہیں بھی اس نے الٰہ اور خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا دوسری طرف ہم نگاہ دوڑاتے ہیں تو فرعون خدائی کا دعویٰ کرتے دکھائی دیتا ہے چنانچہ اس نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (میں تمہارا

Marfat.com

بڑا پروردگار ہوں) کا دعویٰ کیا شیطان نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا اس کے باوجود شیطان فرعون کی نسبت زیادہ بد بخت اور لعنتی قرار پایا حالانکہ اصولاً فرعون شیطان سے زیادہ خطرناک اور بد بخت ہوتا کیونکہ شیطان نے نبی کا مقابلہ کیا اور فرعون نے خدائی کا دعویٰ کرتے ہوئے تکبر و غرور کی انتہا کر دی معلوم ہوا کہ خدا کے مقابل تکبر کرنے والے سے نبی کے مقابل تکبر کرنے والا زیادہ بد بخت اور لعنتی ہے۔ ایک اور بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی اصلاح کیلئے اپنے انبیاء حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہم السلام کو اس کی طرف بھیجا چنانچہ فرمایا:

اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى — تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ بے شک وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن کے ساتھ پیار سے بات کرنے کی تاکید فرمائی چنانچہ فرمایا:

وَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى — اور اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت پکڑے یا ڈرے۔

اس ارشاد ربانی سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے مقابل تکبر کرنے والے کی اصلاح کا امکان ہے لیکن نبی کے مقابل تکبر کرنے والے کی اصلاح کا کوئی امکان نہیں کسی نبی کو شیطان کی اصلاح کیلئے نہیں بھیجا گیا بلکہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون اور مردود قرار دیا گیا۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور جس پہلے انسان سے اس کی انسان دشمنی کا آغاز ہوا وہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں یعنی اس کی پہلی دشمنی نبی کے ساتھ تھی اور اب بھی اگر وہ کسی کو گمراہ کرے گا تو اس کے پاس ایک ذریعہ گستاخی رسالت کا ہے لوگوں کو انبیاء کے بارے میں غلط سوچ اور عقیدہ فراہم کرنا شیطان کا اولین فریضہ ہے اور وہ اسے ضرور نبھا رہا ہے تخلیق آدم کے وقت ایک اعتراض فرشتوں کا بھی تھا اور وہ یہ کہ کیا اسے خلیفہ بنایا جا رہا ہے جو زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سوال کا جواب دیا لیکن شیطان کے اعتراض کا جواب نہ دیا گیا اور نہ اس کو دلائل دے کر کہ آدم تجھ

Marfat.com

سے بہتر ہے قائل کرنے کی کوشش کی گئی بلکہ اسے مردود قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس کے انکار میں اور اعتراض میں تکبر تھا وہ اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے بہتر سمجھتا تھا۔ جبکہ فرشتوں نے نبی کے مقابلے میں تکبر نہیں کیا۔ نبی کی بابت عقیدے کے لحاظ سے یہ دونوں سوچیں آج بھی پائی جاتی ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ کیا ہم ملکوتی سوچ کے حامل ہیں یا ابلیسی سوچ کے حامل؟

☆☆☆☆☆

Marfat.com

اٹھارویں کرن

صحابہ رضی اللہ عنہم اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ

”اور وہ جو اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں“

Marfat.com

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ

اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق کے بعد سب سے اہم رشتہ، رابطہ اور تعلق نبی پاک کے ساتھ ہے۔ آج کے اس پرفتن دور میں جبکہ امت کا شیرازہ بکھر چکا ہے، فرقہ بندی عام ہو چکی ہے مختلف فرقوں کے نظریات میں طویل فاصلے جنم لے چکے ہیں، موجودہ دور میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ کیسا ہو؟ اس کا بہترین حل اور جواب یہی ہے کہ تمام اہل ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے وہ رشتہ اور تعلق محبت پیدا کریں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ رہا۔ ربط رسالت کے سلسلے میں صحابہ کے تعلق اور محبت کو معیار اور کسوٹی بنایا جائے۔ قرآن پاک شاہد ہے کہ جب منافقین سے کہا جاتا کہ ایسے ایمان لاؤ۔ جیسے یہ لوگ (یعنی صحابہ) ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے پاگل ایمان لاتے ہیں اللہ پاک نے خود منافقین کو پاگل قرار دیا۔

معلوم ہوا کہ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ صحابہ کرام جس طرح ایمان لائے تھے ان کے ایمان کو ہمیں اپنے ایمان کیلئے نشان منزل بنانا چاہئے وہ لوگ دل و جان سے تاجدار انبیاء کے ساتھ تھے جنہوں نے محبت و وفا کا حق ادا کر دیا۔ اللہ پاک کے فرمان "محمد رسول اللہ والذین معہ" سے ظاہر ہے کہ صحابہ کی شان اس لئے بلند ہے کہ وہ دل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اللہ پاک نے والذین امنوا نہیں فرمایا جس سے واضح ہے کہ ان کو جو کچھ ملا وہ معیت محمدی کی وجہ سے ملا ہے کیونکہ فقط ایمان کا دعویٰ تو منافق بھی کرتے تھے لیکن وہ دل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ تھے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (البقرہ)

اور کچھ لوگوں میں سے ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مومن نہیں ہیں۔

اور سورۃ منافقون میں فرمایا:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ. (آیت نمبر ۱)

جب منافق آپ کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

نکتہ:

حقیقت تو یہ ہے کہ جو سچی بات کرے اسے سچا کہا جاتا ہے اور جو جھوٹی بات کہے اسے جھوٹا سمجھا جاتا ہے مگر یہاں منافقین بات تو سچی کر رہے تھے کیونکہ واقعتاً حضور صلی اللہ علیہ و سلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن بات سچی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی کہ منافق جھوٹے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بات سچی ہی کیوں نہ ہو جب کرنے والا دل سے نہ کرے تو اسے جھوٹ ہی سمجھا جائے گا۔ منافقوں کی یہی بیماری تھی کہ وہ اوپر اوپر سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے رہے تھے لیکن وہ دل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تھے لہٰذا وہ سچی بات کرنے کے باوجود جھوٹے قرار دیئے گئے اور ان کا ایمان ظاہر، جس کے دعوے کرتے تھے وہ ایمان کے زمرے میں نہ لایا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کا جو تعلق تھا وہ ہمارے لئے عملی نمونہ ہے جس کو اپنا کر ہم ایمان کی مٹھاس وحلاوت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ محبت رسول صحابہ کرام کا شعار اور طریقہ رہی ویسے تو صحابہ کرام کے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بے

Marfat.com

شمار واقعات ہیں لیکن کچھ واقعات یہاں بیان کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین کو اس بات سے شناسائی ہو کہ صحابہ میں محبت رسول کا رنگ کیسا تھا۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کی حریص:

غزوہ احد میں ایک بوڑھی عورت کو اطلاع ملی کہ بیک وقت اس کے باپ، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے ہیں۔ اس نے اس خبر کی کوئی پروا نہ کی اور لوگوں سے پوچھا کہ بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جب اس کو بتایا گیا کہ حضور خیریت سے ہیں تو اس نے کہا مجھے دکھا دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگی۔

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ — آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

۲۔ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت ثمامہ بن اثال ایمان قبول کرنے کے بعد کہنے لگے۔

''اللہ کی قسم میرے نزدیک پوری زمین پر کوئی چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب اور پیارا ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا اب وہی شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح بخاری)

۳۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت صفوان بن امیہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن مال عطا کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مال عطا فرمایا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری نظر میں ناپسندیدہ ترین خلق تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ میری نظر میں خلق میں سے پسندیدہ ترین

Marfat.com

ہو گئے۔ (جامع ترمذی)

۴۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

”کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پسندیدہ اور میری آنکھوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔“ (صحیح بخاری)

۵۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن رباح کا فرمان:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن رباح کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی اہلیہ نے کہا۔ ہائے غم یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاطَرَبَاهُ غَدًا اَلْقَى الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهُ

وائے خوشی میں کل دوستوں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ملوں گا۔ (شفاء شریف)

۶۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی کہ بے شک آپ سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں میں ہے میرے نزدیک ہر چیز سے محبوب ہیں آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی ہرگز مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں“ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی بے شک آپ میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے زیادہ محبوب ہیں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے عمر اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا“

(صحیح بخاری)

Marfat.com

☆ جب اتنے جلیل القدر صحابی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایمان محبت رسول اور تمام چیزوں سے آپ کو محبوب گردانے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا تو پھر کس کا ایمان محبت رسول کے بغیر ایمان کہلاسکتا ہے؟

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ایک مرتبہ سن ہو گیا۔ ان سے ایک آدمی نے کہا کہ آپ کے نزدیک جو سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یاد کیجئے یہ سن کر آپ نے فرمایا یا محمداہ اور آپ کا پاؤں اچھا ہو گیا۔

(الادب المفرد از امام بخاری)

۸۔ حضرت عبداللہ بن زید کی محبت رسول کا حال:

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور اس کی خبر حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ یہ خبر سن کر اس قدر غمزدہ اور افسردہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنا شروع کر دی کہ میرے آقا کے بغیر یہ دنیا دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ آپ کی دعا قبول ہوگئی اور اسی وقت نابینا ہو گئے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ دعا کیوں مانگی تو فرمایا کہ آنکھوں میں دیکھنے کی لذت تو ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میری آنکھیں کسی کے دیدار کا شوق ہی نہیں رکھتیں۔ (شواہد النبوۃ)

بینا آنکھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ دیکھئے کہ وہ اس نعمت کو چہرۂ رسالت مآب کے آنکھوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد کارآمد نہیں سمجھتے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بینائی کے زائل ہونے کی دعا کی اور حیرت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت عطا کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلاموں کا یہ سچا جذبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر پسندیدہ ہے۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل محبت کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

Marfat.com

۹۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جہالت میں والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے بنو قیس نے اس قافلے کو لوٹ لیا جس میں زید بھی تھے انہیں مکہ لا کر بیچ دیا گیا حکم بن حزام نے زید کو اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کیلئے خریدا جب حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو انہوں نے زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کر دیا۔ زید کے والد کو ان کی جدائی کا شدید صدمہ تھا وہ روتے اور اشعار پڑھا کرتے جن کا مفہوم یہ ہے کہ میں زید کی یاد میں رو رہا ہوں اور کوئی خبر نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں خدا کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ زید تجھے نرم زمین نے ہلاک کر دیا ہے یا کہ کسی پہاڑ نے مار دیا ہے جب بارش ہونے کو آئے تو اس وقت بھی زید کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جس وقت ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی یاد اور زیادہ ستاتی ہے۔ میرا دکھ اور غم زید کیلئے اس قدر بڑھ چکا ہے کہ چاہتا ہوں کہ اسے تلاش کروں اور اس کوشش میں تمام دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں اور دنیا گھومنے سے نہ تھکوں گا اونٹ چلنے سے تھک جائیں تو تھک جائیں لیکن میں کبھی نہ تھکوں گا اپنی تمام عمر میں اسی طرح گزار دوں گا ہاں اگر موت آ گئی اور وہ تو آنے والی ہے لیکن میں اپنے بعد بھی فلاں فلاں رشتہ داروں کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طریقے سے زید کو ڈھونڈتے رہیں۔ غرض زید کے والد کی حالت انتہائی خراب تھی۔ اتفاق سے ان کی قوم کے کچھ لوگ حج پر گئے اور انہوں نے زید کو پہچان لیا باپ کا حال سنایا حضرت زید نے ان لوگوں کے ہاتھ چند اشعار کہہ کر بھیجے اور آگاہ کیا کہ میں مکہ میں ہوں۔ ان لوگوں نے جب زید کے باپ کو زید کی بابت خبر دی تو زید کا باپ بھائی اور چچا فدیہ لے کر ان کو غلامی سے نجات دلانے کیلئے مکہ مکرمہ میں پہنچے۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار آپ لوگ حرم کے رہنے والے ہیں اور اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو آپ خود قیدیوں کو رہائی دیتے ہو،

Marfat.com

بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو ہم اپنے بیٹے کی چاہت اور لینے کیلئے آپ کے ہاں آئے ہیں ہمارے اوپر احسان کریں فدیہ قبول کرلیں اور ہمارے بیٹے کو رہا کردیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اتنی بات ہے کہنے لگے ہاں حضور اتنی سی گزارش ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ سے پوچھا:

هل تعرف هؤلاء ۔ کیا ان کو پہچانتے ہو؟

حضرت زید نے عرض کی:

قال نعم هذا ابی هذا اخی هذا عمی۔ ہاں یہ میرے باپ، یہ میرے بھائی اور یہ میرے چچا ہیں۔

حضرت زید ساتھ ہی رونا شروع ہو گئے اور عرض کی:

لم سالتنی عن ذالك ان کے بارے میں آپ نے مجھ سے کیوں سوال فرمایا

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اخیرك فان احببت ان الحق بهم فالحق وان اردت ان تقيم فانا من قد عرفت زید میں تجھے اختیار دیتا ہوں اگر آپ ان کے ساتھ جانا چاہتے ہیں تو آپ کو اجازت ہے اور اگر تم میرے پاس رہنا چاہتے ہو تو میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔

حضرت زید نے جواب دیا:

ما اختار علیك احدا فجذبه عمه وقال یا زید اخترت العبودية على ابيك و عمك میں آپ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں۔ پس زید کو چچا نے جھنجھوڑ کر کہا اے زید غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو باپ چچا کے مقابلے میں غلام رہنے کو اچھا سمجھتے ہو

Marfat.com

حضرت زید نے یوں جواب دیا:

واللہ العبودیۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم احب الی من ان اکون عندکم۔ اللہ کی قسم ان کی غلامی میں رہنا مجھے آزادی اور تمہارے پاس رہنے سے زیادہ پسند ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زید کا یہ جواب سنا تو انہیں اپنی گود میں لے لیا اور فرمانے لگے میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا ہے زید کے باپ، چچا اور بھائی بھی یہ منظر دیکھ کر خوش ہوئے اور بخوشی زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھوڑ گئے۔ (تفسیر قرطبی)

۱۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال:

حضرت انس رضی اللہ عنہ محبت رسول کا بہترین نمونہ ہیں آپ نے ہوش سنبھالتے ہی اسلام کو پایا۔ آپ کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی شیدائی تھیں خاندان میں سرکار کا تذکرہ عام ہوتا۔ حضرت انس نے اپنے گھریلو ماحول سے محبت رسول سے اپنے دل کو مزین کیا علاوہ ازیں آپ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا موقعہ میسر آیا جس سے آپ مزید محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہوئے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ہر وقت انہیں ستاتی اور کوئی ایسی محفل نہ ہوتی جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ نہ کرتے ہوں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے یا سنتے تو آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں اور کبھی کبھار تو اس قدر بے چینی ہوتی کہ مجلس سے اٹھ کر اپنے گھر تشریف لے جاتے اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبرکات کی زیارت سے دل کو سکون بہم پہنچاتے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمارہے تھے ''میں نے کبھی کوئی ریشم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ چھوا اور نہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے زیادہ خوشبودار سونگھی۔ یہ بیان کرتے ہوئے آپ کی زبان مبارک سے حالت بے قراری میں یہ الفاظ نکلے ''قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی تو گزارش

Marfat.com

کروں گا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ادنی غلام انس حاضر ہے۔'' آپ رضی اللہ عنہ پر محبت رسول کا یہ اثر تھا کہ اکثر خواب میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی اللہ اور اس کا رسول آپ کو ہر چیز سے محبوب تر تھے۔

(صحابہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۱۔ حضرت ابوبکر صدیق کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال:

آغاز اسلام میں جو آدمی ایمان لاتا تھا وہ اپنے ایمان اور اسلام لانے کو جہاں تک ممکن ہوتا چھپا کر رکھتا تھا کیونکہ کفار کی مخالفت شدید ترین تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس خیال سے کہ کافروں کی طرف سے ان لوگوں کو کوئی اذیت نہ پہنچے ایمان چھپانے کی تلقین ہوتی تھی۔ جب اہل اسلام کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے ظاہر کرنے کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو انکار فرمایا لیکن بعد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اصرار پر اجازت عنایت فرما دی اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر کعبۃ اللہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تبلیغی خطبے کا آغاز فرمایا یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسی دن اسلام لائے اس کے تیسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحب ایمان ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ شروع کیا ہی تھا کہ ہر طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا ناک کان سب لہولہان ہو گئے، آپ پہچانے نہ جاتے تھے حتی کہ اس قدر مارا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنو تمیم کو خبر ہوئی تو وہاں سے آپ کو اٹھا کر لائے۔ قبیلے کے لوگوں کو یقین ہو چکا تھا کہ اس ظالمانہ حملے میں آپ رضی اللہ عنہ زندہ نہیں بچ سکیں گے اس لئے انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ اگر صدیق کی وفات ہو گئی تو ہم بدلے میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے۔ شام تک آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش رہے آوازیں دینے کے باوجود کچھ بول نہ پا رہے تھے۔ شام کے وقت آوازیں دینے پر آپ

Marfat.com

بولے تو اس وقت آپ کے الفاظ یہ تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے اس پر آپ کی ملامت کی کہ ان ہی کی وجہ سے آپ پر یہ مصیبت ٹوٹی اور پھر انہیں یاد کر رہے ہیں لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ سے کہہ گئے کہ وہ آپ کیلئے طعام اور پانی کا انصرام کریں والدہ کچھ بنا کر لائیں اور کھانے کیلئے کہا لیکن آپ کی ایک ہی صدا تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ آپ کی والدہ نے کہا کہ مجھے کوئی خبر نہیں تو آپ نے کہا کہ ام جمیلؓ کے پاس جا کر معلوم کر لیں چنانچہ آپ کی والدہ ام جمیل کے پاس چلی گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم کیا ام جمیل نے بھی اپنے اسلام کو چھپایا ہوا تھا لہٰذا انہوں نے کہا میں کیا جانوں محمد صلی اللہ علیہ سلم کون ہیں اور کون ابوبکر اگر تو کہے تو تیرے بیٹے کی حالت دیکھوں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے قبول کیا اور ام جمیل آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں آپ رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے ام جمیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ سن رہی ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کا خوف نہ کریں پھر ام جمیل نے خیریت سنائی اور بتایا کہ وہ بالکل صحیح ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں انہوں نے بتایا کہ وہ ارقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرلوں آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو تو بے قراری تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کچھ کھالیں لیکن آپ نے قسم کھالی کہ جب تک حضور کی زیارت نہ کروں گا کچھ نہ کھاؤں گا اوّل والدہ نے انتظار کیا کہ لوگوں کا ہجوم کم ہو جائے جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ کو دار ارقم میں حضور کے پاس لے گئیں آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے لپٹ گئے تمام نے رونا شروع کر دیا حضرت ابوبکر کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی اس کے

Marfat.com

بعد آپ نے عرض کیا کہ یہ میری والدہ ہیں آپ ان کیلئے ہدایت کی دعا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اس کے بعد ان کو اسلام کی ترغیب دی اور وہ مسلمان ہوگئیں۔

(تاریخ الخمیس)

۱۲۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال:

ایک مرتبہ جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت اور اسلام کی تفسیر فرما رہے تھے حضرت ابوعبدالرحمٰن آپ کی طرف متوجہ ہو کر سن رہے تھے اس دوران جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو ابوعبدالرحمٰن کے دل میں دیدار نبوی کا شوق پیدا ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے وہ بے تاب ہو جاتے ایک بار حضرت ابو عبدالرحمٰن نے حضرت مصعب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دید کا کس قدر شوق ہے کب سال آئے گا اور حج کا موسم آئے گا اور ہم آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوں گے۔ حضرت مصعب مسکرائے اور کہنے لگے اے ابوعبدالرحمٰن صبر کرو یہ دن جلد ہی گزر جائیں گے۔ ابن مسلمہ کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بغیر مجھے آرام میسر نہیں کب یہ دن گزریں گے پھر وہ کچھ دیر کیلئے خاموش ہو گئے اس کے بعد کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں کسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات نہ ہو سکے اس لئے کیا آپ ہمارے لئے ہمارے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان کر سکتے ہیں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ملی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی زیارت سے فیض یاب ہوئے سب حضرات نے کہا ابن مسلمہ تم نے ہمارے دل کی بات کی ہے۔ ابن عمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان کیجئے حضرت مصعب بن عمیر شائستہ انداز میں بیٹھ گئے اپنا سر جھکا لیا نظریں نیچی کر لیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا ذہن میں لا رہے ہوں اس کے بعد آپ نے اپنا سر اٹھایا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں سفیدی و سرخی کا حسین امتزاج تھا چشمان مبارک بڑی خوبصورت، بھنویں ملی ہوئی، بال سیدھے ہیں گنگھریالے نہیں داڑھی مبارک گھنی ہے دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ ہے

Marfat.com

آپ کی گردن مبارک جیسے چاندی کا چھاگل ہتھیلی اور قدم موٹے ہیں آپ جب چلتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اونچائی سے نیچے تشریف لا رہے ہیں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ کسی چٹان سے نکل پڑے ہوں جب آپ کسی کی طرف رخ انور فرماتے تو مکمل طریقے سے متوجہ ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر پسینہ موتی کی طرح ہوتا ہے نہ آپ پست قد ہیں نہ دراز قد، آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے اور جو شناسا ہو کر آپ کی صحبت میں رہتا ہے وہ آپ سے محبت کرنے لگتا ہے آپ سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرأت والے ہیں آپ کا انداز تکلم سب سے سچا، ایفاء عہد سب سے پکا، سب سے نرم طبیعت اور رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں میں نے آپ جیسا کسی کو پہلے نہیں دیکھا اور نہ ہی بعد میں۔ حضرت معصب بن عمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان کر رہے تھے اور صحابہ کی تمام جماعت پر سکوت کی کیفیت طاری تھی اور وہ بڑے شوق اور محبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کا تذکرہ سن رہے تھے۔ (فدائیوں من عصر الرسول)

۱۴۳۔ محبت و وفا کے عجیب پیکر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چھ یا دس آدمیوں پر مشتمل ایک جماعت اہل مکہ کی خبر لانے کیلئے بھیجی راستے میں اس جماعت کا مقابلہ بنو طیان کے دو سو افراد سے ہوا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ کافروں نے غزوہ احد میں اپنے مقتول کفار اعزہ کے انتقام لینے کے جوش میں ان حضرات کو دھوکے سے اپنے یہاں بلایا سلافہ نامی ایک خاتون جس کے دو بیٹے احد میں مارے جا چکے تھے۔ اس نے منت مان رکھی تھی کہ اگر میرے بیٹے کے قاتل عاصم کا سر ہاتھ لگا تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی ساتھ ہی اعلان کیا کہ جو عاصم کا سر لائے گا اس کو سو اونٹ بطور انعام کے ملیں گے، سفیان بن خالد نے سو اونٹوں کے لالچ میں قبیلہ عضل اور قارہ کو مدینہ بھیجا ان لوگوں نے وہاں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند افراد تبلیغ کیلئے طلب کئے جن میں حضرت عاصم، حضرت خبیب،

Marfat.com

حضرت زید بن دشنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق بھی تھے راستے میں ان حضرات کے ساتھ بدعہدی ہوئی اور دو سو آدمیوں کو ان کے مقابلے کیلئے بلایا گیا جس میں سے سو آدمی مشہور تیر انداز تھے۔ بزرگوں کی مختصر جماعت دشمنوں کی بدنیتی سے شناسا ہوگئی اور فدفد نامی پہاڑی پر چڑھ گئی کفار نے کہا ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلے کچھ مال لیں گے تم ہمارے ساتھ آجاؤ مگر ان حضرات نے کہا کہ ہم کفار کے عہد میں نہیں آنا چاہتے اور تیروں سے مقابلہ کیا جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا۔ حضرت عاصم نے ساتھیوں سے کہا کہ تمہارے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے شہادت کو غنیمت سمجھو تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں یہ کہہ کر جوش اور ولولے کے ساتھ مقابلہ کیا اور نیزہ ٹوٹ جانے پر تلوار سے مقابلہ کیا دشمن کثیر تعداد میں تھے آخر شہید ہو گئے اور دعا کی کہ اے اللہ اپنے رسول کو ہمارے حال سے آگاہ فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وقت اس واقعے کا علم ہو گیا۔ حضرت عاصم کو اس بات کی خبر ہو چکی تھی کہ ان کی شہادت کے بعد اُن کی کھوپڑی میں شراب پی جائے گی۔ منت مانی گئی ہے لہٰذا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرا سر تیری راہ میں کاٹا جا رہا ہے تو ہی اس کا محافظ ہے۔ لہٰذا آپ کی دعا قبول ہوئی آپ کی میت کے گرد اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا غول بھیج دیا۔ کفار نے سوچا کہ رات کو جب یہ مکھیاں اڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے لیکن رات کو بارش ہوئی اور ایک رو اتنی تیز آئی کہ ساتھ ہی نعش کو بہا لے گئی۔ اس جھڑپ میں سات یا تین آدمی شہید ہو گئے۔ جبکہ تین باقی رہ گئے۔ اور وہ حضرت خبیب، حضرت زید بن دشنہ اور عبداللہ بن طارق تھے۔ کفار نے ان سے پھر عہد و پیمان کیا کہ تم نیچے آجاؤ ہم تمہارے ساتھ بدعہدی نہیں کریں گے یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے کفار نے ان کی کمانوں کی تانت اتار کر ان کی مشکیں باندھیں حضرت عبداللہ بن طارق نے فرمایا یہ پہلی بدعہدی ہے میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے زبردستی آپ کو کھینچنا چاہا مگر آپ نے ان کے ساتھ جانا گوارا نہ کیا لہٰذا آپ کو شہید کر دیا گیا صرف دو حضرات

Marfat.com

ان کفار کے ہاتھ لگے جنہیں اہل مکہ کے ہاں فروخت کر دیا۔ حضرت زید بن دشنہ کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے بدلے میں خریدا تا کہ اپنے باپ کے بدلے میں آپ کو قتل کر دے۔ جب حضرت زید کو قتل کرنے کیلئے حرم کی حد سے باہر لے جایا گیا تو بہت سے لوگ تماشا دیکھنے کیلئے جمع ہوئے جن میں ابوسفیان بھی تھا ابوسفیان نے حضرت زید سے کہا:

اے زید میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جنہیں ہم قتل کر دیں اور تم آرام سے اپنے اہل میں بیٹھو۔ تو حضرت زید نے جواب دیا۔

''اللہ کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جس مکان میں تشریف فرما ہیں انہیں ایک کانٹا لگنے کی بھی تکلیف ہو اور میں آرام سے اپنے اہل وعیال میں بیٹھوں۔''

ابوسفیان یہ بات سن کر کہنے لگا:

''میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت کرتا ہو جیسا کہ اصحاب محمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں''

آخر کار حضرت زید کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک قید میں رہے آخر کار آپ کی شہادت کا وقت قریب آ گیا۔ جب کفار مکہ نے حضرت خبیب کو پھانسی کے پھندے پر کھڑا کیا۔ تو آپ نے اہل مکہ کیلئے بددعا کی۔ حضرت امیر معاویہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے زمین پر لٹا دیا ان کا خیال تھا کہ اس طرح بددعا کا اثر نہیں ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ سولی چڑھاتے وقت جتنے آدمی موجود تھے ایک سال کے اندر مر کھپ گئے۔ تختہ دار پر حضرت خبیب نے کہا اے اللہ ہم نے اپنے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ پر عمل کیا۔ یہاں کوئی بھی نہیں جو میرا پیغام ان تک پہنچائے تو قادر ہے میرا اسلام ان تک پہنچا دے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ آثار وحی ظاہر

Marfat.com

ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور بتایا کہ اللہ نے خبیب کا سلام پہنچایا ہے۔ آپ نے بشارت دی جو آدمی خبیب کو تختہ دار سے نیچے اتارے گا اس کا مقام جنت ہے۔

(شواہد النبوۃ)

۱۴۔ حضرت عبداللہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کے بیٹے تھے آپ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے ۵ ھ میں جب بنو مصطلق کی مشہور جنگ ہوئی اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کی آپس میں لڑائی ہوگئی معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد کا مطالبہ کیا اور فریق دو ہوگئے قریب تھا کہ آپس میں لڑائی ہو جائے مگر کچھ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی ابن ابی منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا شدید مخالف تھا مگر چونکہ ظاہراً مسلمان بن کر رہتا تھا اس لئے اس کے ساتھ خلاف کا سلوک نہ کیا جاتا تھا اس کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے اور دوستوں سے کہنے لگا یہ سارا کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہوا ہے تم لوگوں نے ان کو اپنے شہر میں ٹھکانہ دیا اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ دیا اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو یہ ابھی یہاں سے چلے جائیں اور اس نے یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے باہر نکال دیں گے حضرت زید بن ارقم جو ابھی نوعمر بچے تھے یہ سن کر تاب نہ لا سکے اور کہا خدا کی قسم تو خود ذلیل ہے تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تیرا کوئی مددگار نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں رحمٰن کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں یہ بات سن کر ابن ابی نے کہا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا مگر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بتادی۔ حضرت عمر رضی اللہ

Marfat.com

عنہ نے اجازت طلب کی کہ اس کافر کی گردن اڑا دی جائے مگر اجازت نہ ملی۔ ابن ابی کو جب علم ہوا کہ اس کی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ چکی ہے تو آ کر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ایسی بات نہیں کی کچھ انصار کے لوگ جو وہاں موجود تھے انہوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ ایک بچے کی بات اس کے مقابلے میں قابل قبول نہ کی جائے یہ قوم کا سردار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عذر قبول کرلیا حضرت زید نے شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ آخر سورہ منافقون نازل ہوئی جس سے ابن ابی کی منافقت اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سچائی کا راز کھل گیا۔ ابن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ جنگ سے واپسی پر مدینہ منورہ سے باہر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور باپ سے کہا کہ اس وقت تک تمہیں میں مدینہ میں داخل نہ ہونے دوں گا۔ جب تک تو اس بات کو تسلیم نہ کرلے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ منافق کو تعجب ہوا کہ یہ بیٹا اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل باپ کی اس کے ہاں کوئی وقعت نہ تھی آخر اس نے مجبوراً اس بات کا اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔ (تاریخ خمیس)

۱۵۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت رسول ﷺ کا حال:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر تنازعہ ہوا یہودی چاہتا تھا کہ جس طرح ممکن ہو میں اس معاملہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤں چنانچہ وہ یہ معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملے پر غور کے بعد فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ منافق نے کہا کہ یہ معاملہ میں تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر چلوں گا یہودی حیران ہوا اور کہنے لگا کہ تم کیسے عجیب آدمی ہو بڑی عدالت کا فیصلہ نہیں مانتے اور چھوٹی عدالت میں جاتے ہو مگر منافق نہ مانا

Marfat.com

چنانچہ یہودی اور منافق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بارگاہ میں حاضر ہوئے منافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ طلب کرنے لگا یہودی نے بتایا کہ اس سے قبل اس معاملے کا فیصلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں سنا چکے ہیں مگر یہ آدمی اس فیصلے سے مطمئن نہیں۔ یہودی کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے پوچھا کہ کیا یہودی صحیح کہہ رہا ہے اس نے کہا ہاں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا ٹھہرو میں فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر آئے منافق کی گردن اڑا دی اور فرمایا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانتا اس کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی عمر کی تلوار کسی مومن پر نہیں چل سکتی۔ پھر درج ذیل آیۃ کریمہ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''تیرے رب کی قسم یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اے اللہ کے رسول آپ کو اپنا حاکم نہ مانیں اور آپ کا فیصلہ تسلیم نہ کر لیں۔''

(تاریخ الخلفاء)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

انیسویں کرن

نکات سورہ قدر

اِنَّآ اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ

”بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کرنا شروع کیا“

Marfat.com

نکات سورہ قدر

قرآن میں رحمان سورہ قدر میں بیان کرتا ہے

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر

''بے شک ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں اتارنا شروع کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے اس میں روح الامین اور فرشتے ہر کام کے انتظام کیلئے اپنے پرودگار کے حکم سے اترتے ہیں یہ رات طلوع صبح تک امن اور سلامتی ہے۔''

اللہ رب العزت نے شبِ قدر کا تعارف کروایا اور واضح فرمایا کہ یہ رات عزت و عظمت والی رات ہے اس کی عظمت کا سبب اس کا اپنا وجود نہیں کیونکہ یہ ایک رات ہی ہے اور ظاہراً اس میں بھی اندھیرا ہی ہوتا ہے مگر اس کی فضیلت دیگر راتوں سے مقدم ہے یہ رات اس وجہ سے عزت و عظمت والی ہے کیونکہ اس میں قرآن اترا یاد رکھیے قرآن اس رات میں اترا۔ اس رات کی طرف نہیں اترا۔ اگر جس رات میں قرآن اترے وہ اللہ کے نزدیک بڑی قدر والی ہو سکتی ہے تو جس ذات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن اترا اس کی قدر و منزلت کا مقام کیا ہوگا؟

اللہ پاک نے فرمایا کہ شب قدر کیا ہے؟ اس کا ادراک تم نہیں کر سکتے۔ یعنی شب قدر کی عظمت و مقام کا اندازہ کرنا تمہاری عقل و سوچ کے بس کا کام نہیں، ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لئے کہ اس رات میں قرآن اترا۔

جس رات میں قرآن اترا اس کی عظمت کا اندازہ کرنے سے اگر انسانی عقل قاصر ہے تو جس ذات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن اترا اس کی قدر و منزلت اور مقام کا اندازہ انسانی عقل کب سمجھ سکتی ہے؟

Marfat.com

قرآن پاک کے بیان کے مطابق شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، عربی زبان میں ہزار عدد کامل ہے ہزار مہینوں سے یہ مراد نہیں کہ صرف ہزار مہینے بلکہ اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ یہ بے شمار راتوں سے بہتر ہے اور خیر والی ہے اس رات میں خیر و برکت کو سمو دیا گیا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اس رات میں قرآن اترا۔ تو جس رات میں قرآن اترا اس میں سمو دی گئی برکتوں کا مقابلہ دیگر کوئی رات نہیں کر سکی اور نہ ہی کوئی رات اس رات جیسی ہو سکتی ہے۔ اگر راتیں بے شمار گزریں۔ گزر رہی ہیں اور گزرتی رہیں گی۔ اسی طرح آپ خود ہی سوچیں کہ جس ذات کی طرف قرآن اترا اس ذات میں رکھی گئی رحمتیں اور برکتیں اس قدر ہیں کہ یہ ساری مخلوق میں کسی اور ذات میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں اور نہ ہی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ بے شمار انسان آئے، آئیں گے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابل کوئی نہیں کیونکہ اللہ کی بے مثال کتاب قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف نازل کی گئی اور اسے آپ ہی کے قلب اطہر پر اتارا گیا۔ یعنی

کتابوں میں سے کوئی کتاب مقابل قرآن نہیں
اور انسانوں میں سے کوئی انسان مقابل حبیب الرحمان نہیں

اس رات کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اس رات میں روح الامین اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے اذن سے زمین پر اترتے ہیں۔

ہاں یہ اس لئے بھی فضیلت والی رات ہے کہ اس میں روح الامین اور فرشتے آتے ہیں اس میں تو فرشتے فقط ایک مرتبہ آتے ہیں اور جس در پر صبح ستر ہزار فرشتے اور شام کو پھر ستر ہزار فرشتے آتے ہیں اور روح الامین جس ذات کے در کا غلام ہے اس کی رفعتوں اور عظمتوں کے شمار کی جرأت کرنا سورج کو چھونے کے مترادف ہے۔ اس رات میں جو سلامتی و خیر رکھی گئی ہے اس کی مدت رات کی ابتداء سے لے کر سورج کے طلوع ہونے تک ہے مگر تاجدار انبیاء میں جو خیر و رحمت موجود ہے وہ وجود دنیا سے لے کر آخرت تک موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لہٰذا اس رات کے گن گانے والوں اس ذات کے گن بھی گایا کرو۔ کیونکہ

Marfat.com

شب قدر ہزار رحمتوں کی مظہر ہے۔

آپ ؐ کی ذات بے شمار رحمتوں کی پیکر ہے
اس رات کا فیض محدود ہے
آپ کی ذات کا فیض لا محدود ہے
یہ رات نسبت قرآن کی وجہ سے اعلیٰ ہے
آپ ؐ کی ذات صاحب قرآن ہونے کی وجہ سے بالا ہے
یہ رات بے مثال ہے تمام راتوں سے
آپ ؐ کی ذات بے مثال ہے تمام ذاتوں سے
یہ رات خیر ہے فرشتوں کے ایک بار آنے سے
آپ ؐ کی ذات مقدم ہے فرشتوں کے بار بار آنے سے
روح الامین اس رات میں رہبر کی حیثیت سے آتا ہے
مگر آپ کے در پردہ محض گداگر
اس رات کی سلامتی کا اندازہ ہے ممکن
لیکن آپ ؐ کی رحمتوں کا اندازہ ہے نا ممکن
ہم یہ اعلان بار بار کرتے ہیں
کئی قدر والی راتیں تیرے ؐ نثار کرتے ہیں

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیسویں کرن

شعور

فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَلْبَاب

''پس اے اہل عقل عبرت حاصل کرو''

Marfat.com

شعور

کائنات ہست و بود میں جب بچہ آنکھیں کھولتا ہے تو اسے یہ شعور نہیں ہوتا کہ میں کون ہوں؟

میں کیا ہوں؟
میں کہاں سے آیا ہوں؟
میں کہاں آیا ہوں؟
ناطے کیا ہیں؟ رشتے کیا ہیں؟
انسان کیا ہیں؟ فرشتے کیا ہیں؟
گل کیا ہے؟ گلزار کیا ہے؟
یعنی یہ سنسار کیا ہے؟

المقصود کہ اس نو پیدا شدہ بچے کو شعور کی دولت حاصل نہیں ہوتی، مگر دھیرے دھیرے وہ شعور کی خیرات سے اپنی ذہن کی گتھلی کو بھرتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کو علم کے درجات طے کرتے ہوئے ملنے والی شعور کی دولت فروغ پاتی جاتی ہے اور علم حاصل کرتے کرتے وہ شعور کے اعلیٰ درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

وہ جو الف با کو نہیں جانتا تھا مگر کبھی وہ
سائنس کی دنیا کا نیوٹن بن جاتا ہے
معاشیات کی دنیا کا آدم سمتھ بن جاتا ہے
فقہ کی دنیا کا امام اعظم بن جاتا ہے
تصوف کی دنیا کا غوث اعظم بن جاتا ہے

الغرض شعور کی اعلیٰ منازل کے حصول کیلئے خاصی محنت درکار ہوتی ہے پہلے تو قاعدہ

Marfat.com

پڑھو، پھر چھوٹی کتابیں پڑھو۔

نرسری سے کلاس اول
اول سے کلاس دوئم
دوئم سے کلاس سوئم
پھر پرائمری سے مڈل سکول تک
مڈل سے ہائی سکول تک
ہائی سکول سے کالج تک
اور کالج سے یونیورسٹی تک پہنچو

لیجئے جناب! یہ تو رہا تمام عام انسانوں کا قصہ، مگر اب ذرا انبیاء کی شان دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں شعور لئے ہوئے آئے آپ کی والدہ نے جب لوگوں کو آپ کی طرف متوجہ کیا کہ ان سے پوچھو یہ کون ہے؟ لوگ حیران تھے کہ بچے سے کیا پوچھا جا سکتا ہے؟ اور آخر بچہ بتائے گا بھی تو کیا؟ کیونکہ ابھی تو وہ جھولے میں پڑا معصوم بچہ، نہ سکول گیا نہ مدرسے نہ کالج یہ کیا جواب دے گا؟

مگر، مگر، مگر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ۔

''بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور برکت والا بنایا ہے میں جہاں بھی ہوں''

اے حیرت، یہ ہے مقام حیرت
کاش کوئی سمجھے اس کلام کی حقیقت
تو سمجھ جائے پھر وہ مقام رسالت

Marfat.com

کیا آپ نے غور کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جھولے میں کیا کہہ رہے ہیں۔

اگر تم ان کے کلام پر غور کرو
تو پھر ہرگز نہ مثلیت کا شور کرو
اب بھی۔ میری گزارش ہے تم سے
اپنی عقلِ ناقص کا علاج فی الفور کرو

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں اگر اس کلام پر غور کیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ

آپ بچپن ہی سے جانتے ہیں عبدیت کیا ہے
آپ بچپن ہی سے جانتے ہیں الوہیت کیا ہے
آپ بچپن ہی سے جانتے ہیں کہ کتاب کیا ہے
آپ بچپن سے ہی جانتے ہیں کہ برکتیں کیا ہیں

ذرا یہ تو بتائیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کتاب یعنی انجیل اپنے ساتھ وقت ولادت ہی لائے تھے؟

اس کا جواب کیا ہے؟ یقیناً نہیں

تو پھر آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ مجھے اللہ نے کتاب دی؟ چاہے تو یہ تھا کہ آپ فرماتے مجھے اللہ کتاب دے گا وہ جسے

مقام عبدیت کا شعور ہے
شان الوہیت کا شعور ہے
کتاب کا شعور ہے
اور برکتوں کا شعور ہے

کیا اسے فعل ماضی اور مستقبل کا شعور نہیں ہو سکتا؟ یقیناً ہو سکتا ہے اور اگر اس بچے نے ماضی کا صیغہ استعمال کیا اور کتاب جو کہ ابھی نہیں ہے اس کی بابت آگاہ کیا لگتا ہے وہ دنیا

Marfat.com

میں آنے سے پہلے کتاب سے بھی آشنا ہے اور نبوت سے بھی آشنا ہے اب آپ خود ہی فیصلہ کریں۔

کہ عام انسان اور نبی میں کتنا فرق ہے؟

عام انسان دنیا میں محنت کر کے بالغ ہو کر شعور آشنا ہوتا ہے مگر نبی پیدا ہوتے ہی اعلیٰ شعور کی دولت اپنے ساتھ لے کر آتا ہے۔

بعض لوگ اس عقیدے کے حامل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نبوت چالیس سال میں ملی۔ ان کے لیے مقام فکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو وقت ولادت اپنی نبوت کا اعلان کریں۔

اور وہ مدنی تاجدار
انبیا کا سردار
محبوب پروردگار
پیکر رحمت بے شمار
فخر گل و گلزار
ناز کل نثار
وہ نبی من ٹھار
جس کی بدولت سجا
نبوت کا بازار

وہ وقت ولادت نبی کیسے نہیں تھا
نبوت اور اعلان نبوت میں فرق ہوتا ہے
اگر آپ بوقت ولادت نبوت سے سرفراز نہیں تھے
تو مشرق و مغرب میں جھنڈے کیوں گاڑھے گئے؟

Marfat.com

ستارے جھک کر سیدہ آمنہ کی طرف کیوں آئے؟
حوران جنت نے خوش خبریوں کے مژدے کیوں سنائے؟

یہ پروٹوکول، یہ عزت افزائی۔

یہ توجہ کر! اے میرے بھائی کیا کسی کو پروٹوکول عہدے سے پہلے دیا جاتا ہے یا بعد میں۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص گورنر کا حلف اٹھاتا ہے تو اسے اس وقت پروٹوکول دیا جاتا ہے یا پہلے یقیناً پروٹوکول بعد میں اور عہدہ پہلے۔

۱۲ ربیع الاول کو جو پروٹوکول پوری دنیا میں تاجدار انبیا علیہ السلام کو دیا گیا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نبوت کا عہدہ لے کر ہی دنیا میں تشریف لائے لہٰذا اس خام خیال سے نکل جائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر سے پہلے نبی نہیں تھے۔

هذا یکفی للانسان العاقل

تو اگر شعور سے دور ہے
تو شیطان کا بھی مزدور ہے
مقام رسالت کو سمجھ اے ناداں
یہی سمجھ ہی تو عقل کا نور ہے

☆☆☆☆☆

Marfat.com

اکیسویں کرن

نکتہ قیادت

Marfat.com

نکتہ قیادت

موجودہ دور مادہ پرستی، مفاد پرستی، اور انانیت کا دور ہے۔ لوگ میڈیا اور اکثر سنی سنائی باتوں سے اپنے نظریات بنا لیتے ہیں۔ حقیقت پسندی سے کوسوں دور غلط فہمی پر مشتمل خیالات و افکار نے انسانی ذہنوں کو کچھ ایسا مفلوج کر دیا ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی کسی کو پرکھے بغیر اور ذہنوں میں اسلامی قیادت کے تقاضوں کو مدنظر رکھے بغیر محض سنی سنائی اور اخباری باتوں سے اس کے بارے میں عجیب و غریب نظریہ قائم کر لیتے ہیں اور جب حقیقت حال نکھر کر ان کے سامنے آتی ہے تو وہ اپنی سوچ پر بعض اوقات نادم ہوتے ہیں دوسروں کے بارے میں فقط سنے سنائے نظریات کو رواج دینے سے کئی بے چارے سادہ لوح اور سادہ ذہن لوگ بھی غلط فہمیوں کے دلدل میں ایسے پھنس جاتے ہیں کہ انہیں اس دلدل سے نکالنے کیلئے حقیقت آشنا لوگوں کو خاصی جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔

غلط فہمیوں میں مبتلا لوگ کچھ اس قدر تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ وہ صحیح و غلط کی تمیز بھی نہیں کر پاتے۔

غیر مستند طریقوں سے مسموع باتیں ذہنوں کو انتشار کا شکار اور دلوں کو نفرت سے لبریز کر دیتی ہیں۔

دین اسلام نے سنی سنائی باتوں کو آگے تک پہنچانے والوں کی خوب مذمت کی ہے اور انہیں جھوٹوں کی صف میں شامل کیا ہے۔ ہم مسلمان ہونے کے باوجود وہ راستے تلاش کرتے ہیں جن کے بعد کبھی منزل میسر نہیں آتی۔

اس طویل تمہید کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم لوگ حقیقت پسند بن جائیں اور دوسروں کو پہچاننے میں تعصب، کینے انانیت اور مفاد پرستی سے کام نہ لیں۔

موجودہ دور میں قیادت کا مسئلہ بھی بیان کردہ الجھنوں کا شکار ہے۔ لوگ اپنے جھوٹے

Marfat.com

اور نا اہل لیڈروں کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کیلئے دوسروں کے سچے اور کھرے لیڈروں پر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیچڑ اچھالتے ہیں اور اپنے غلیظ الفکر ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حقیقت حال ان پر روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے لیکن پھر بھی اپنے نام نہاد لیڈروں کی شاباش لینے اور اپنے مفادات کی خاطر حقیقت سے اعراض کرتے ہیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ پرامن اور حقائق پسند معاشرے کے دشمن یہی لوگ ہوتے ہیں۔

یہ لوگ غلط سوچ اور فکر سے سادہ اور صاف ذہنوں کو خراب کرتے ہیں۔

دور حاضر کا ایک عجیب سانحہ یہ بھی ہے کہ ہر وہ شخص جس کا کچھ بس چلتا ہے، وہ قائد بننا چاہتا ہے اور چند لوگوں کی جھولی میں لالچ کے ٹکڑے ڈال کر ان کی زبان سے اپنی قیادت کو منوانے کی کوشش کرتا ہے۔

''قیادت'' جو کہ اہم ترین منصب ہے اسے موجودہ دور میں تماشا بنا لیا گیا ہے ذرا سوچئے جب ہر اینٹ کے نیچے سے قائد کا دعویدار شخص نمودار ہونا شروع ہو جائے تو پھر قوم کی حالت کیا ہوگی؟

اور جب بات یہاں تک پہنچ جائے کہ جس کو چار باتیں کرنی آ جائیں وہ بھی کہے میں قائد ہوں اور جو جاگیر کا مالک بن بیٹھے وہ بھی کہے میں قائد ہوں تو پھر قوم کا بیڑا غرق نہ ہو تو کیا ہو؟ ہمارے معاشرے میں صورت حال کچھ ایسی ہی ہے۔ قوم بے حسی کا شکار ہے اور لیڈر کے لئے مقصود معیار نہیں رہا۔ جب ملک کے ہر کونے سے قیادت کا دعویدار کھڑا ہو جائے تو یقیناً لوگ تذبذب کا شکار ہوں گے اور وہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ وہ اتنے قائدین میں سے کسی کو اپنا قائد تسلیم کریں اس کیفیت اضطراب سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ پہلے قیادت کی خصوصیات جو کہ اسلام نے بیان کی ہیں انہیں سمجھا جائے اور پھر کھوٹوں میں سے کھرے قائد کو پہچان کر اس کا ساتھ دیا جائے۔

نکتہ قیادت میں ہم قرآن سے راہنمائی لیتے ہیں کہ اگر قائدین وافر مقدار میں موجود

Marfat.com

ہوں تو ان میں سے قیادت کا حقدار کون ہوگا۔لیکن اس سے پہلے ہم فلسفہ فضیلت کو سمجھتے ہیں۔

گردوں میں چمکتے ہوئے ستارے
فلک کی بلندی پر دمکتے ہوئے سیارے
نیلگوں آسمان پر نکھرتے ہوئے
کہکشاؤں کے حسین راستے
زمین میں پھیلے ہوئے شجر
بلند و بالا پہاڑوں پر محوسکون حجر
گلشن میں ڈھیرے ڈھیرے
بکھرتے ہوئے پھول رنگ برنگے

الغرض کائنات ہست و بود کی ہر چھوٹی بڑی چیز اپنے وجود قد وقامت، ہیئت وحسن و زیبائی میں ایک جیسی نہیں دیکھنے والوں کو مختلف چیزوں میں واضح تفاوت نظر آتا ہے ایسے ہی قدرت کی طرف سے اشرف المخلوقات کہلانے والے انسان ایک جیسے نہیں۔انسانیت کے ہر طبقے میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

نبوت جیسے عظیم منصب سے نوازے جانے والے انبیاء علیہم السلام میں بھی اس تفاوت کو قائم رکھا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن نے واضح کیا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔

یہ تفاوت تاجدار انبیا علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی موجود تھا درجات وفضائل میں وہ ایک جیسے نہ تھے الغرض قدرت کی طرف سے کسی انسان کو عطا ہونے والی گوناگوں خصوصیات کی بدولت ہم اس کی شخصیت سے صحیح شناسائی حاصل کر سکتے ہیں اور یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بہترین خصوصیات وصفات اور صلاحیتوں سے متصف انسان ہی قیادت کا صحیح حقدار ہے۔

آیئے اب قرآن سے پوچھتے ہیں کہ ملی وحدت کیلئے قائدین میں سے کس طرح کے قائد کو قائد ملت تسلیم کیا جائے۔قرآن پاک کی سورہ آل عمران آیت نمبر ۸۱ میں رب

Marfat.com

کائنات نے فرمایا۔

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس ایک رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آ جائے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کرے تو تم اس پر ایمان لے آنا اور اس کے مددگار (کارکن) بن جانا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن پاک کے درج بالا پیغام میں یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی ظاہر کی گئی ہے لیکن یہ بندہ مسکین ثبتہ اللہ علی الحق والیقین عرض کرتا ہے کہ قرآن پاک کے اس بیان نے مسئلہ قیادت میں بھی ہماری راہنمائی کر دی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے لیڈر تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیا علیہ السلام کی بابت ان سے عہد لیا کہ اگر تمہاری موجودگی میں میرا حبیب آ جائے تو اس کے کارکن بن جانا اور قیادت اس کے حوالے کر دینا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمام انبیا علیہم السلام سے زیادہ صفات وصلاحیتیں موجود تھیں اس لئے لیڈروں کے لیڈر بننے کا حق بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رکھتے تھے شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں تمام انبیا علیہم السلام کی امامت کی۔

قرآن نے مسئلہ قیادت حل کر دیا کہ جب کسی قوم میں کئی لوگ قیادت کے امیدوار ہوں تو قیادت اس کا حق ہوگی جو ان سب میں سے زیادہ صلاحیتوں اور خوبیوں کا مالک ہوگا اور حق کا تقاضا ہے کہ چھوٹے چھوٹے تمام لیڈر اس کی قیادت کو تسلیم کرلیں تا کہ وحدت ملی پارہ پارہ نہ ہو۔

قیادت کے تقاضے کیا ہیں اس کے حوالے سے ہم قرآن پاک کے درج ذیل بیان سے استفادہ کرتے ہیں قرآن پاک کی سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴ کا ترجمہ یہ ہے۔

''اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، بولے کیا اس کو نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزی کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں (اللہ نے) فرمایا

Marfat.com

مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور (اللہ تعالیٰ نے) آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ پھر سب اشیاء کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا اگر تم سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ (فرشتے) بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے (اللہ نے) فرمایا اے آدم انہیں سب اشیاء کے نام بتا جب اس (آدم) نے انہیں سب کے نام بتا دیئے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی ہوئی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا" انسان کے اشرف المخلوقات اور مسجود ملائکہ ہونے کے حوالے سے تو ان آیات پر گفتگو ہوتی ہی رہتی ہے تاہم قرآن پاک میں جتنا غور وفکر کیا جائے اسی قدر مزید رہنمائی ہوتی ہے اور اسرار کتاب ہویدا ہوتے ہیں۔

درج بالا ترجمہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کرتے ہوئے فرشتوں سے فرمایا "انی جاعل فی الارض خلیفة" بے شک میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں اس اگلی آیت میں تو فرشتوں کا اعتراض ہے لیکن اس سے قبل یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کے وجود سے ماقبل جنات نے زمین پر ہزاروں سال حکومت کی اور خون خرابہ کیا اور فساد بپا کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے فساد اور فتنہ کی بنا پر ان کی حکومت کو زمین سے ختم کر دیا۔ شیطان جو کہ جنات میں سے تھا اس نے فرشتوں کا قرب حاصل کر کے ان کی صحبت سے کسب علم کیا حتیٰ کہ بہت بڑا عالم اور فرشتوں کا استاد بن گیا اللہ تعالیٰ نے جب زمین پر خلافت کا اعلان کیا تو شیطان کو یہ امید ضرور ہوئی ہو گی کہ اب خلافت اس کا حق ہے کیونکہ وہ بہت بڑا عالم و عابد تھا۔ لیکن چونکہ وہ ظالموں یعنی جنات کی اولاد تھا لہٰذا اس کے خصائل بھی کچھ ان سے جدا نہ تھے اس میں خلافت کی اہلیت نہ تھی۔

اس دور میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بڑے بڑے جاگیرداروں وڈیروں کے جانشین ایک طرف تو ظلم و ستم اور غنڈہ گردی کے بازار گرم کرتے ہیں تو دوسری طرف ذہی

Marfat.com

حج وعمرہ کرآتے ہیں اور محافل نعت وغیرہ کا انعقاد بھی کر لیتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کیونکہ جب زمام حکومت ان کے ہاتھ آ جائے تو ان کی حقیقی خباثت کھل کر سامنے آتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا آدم کو سجدہ کرنے کا وقت آیا تو شیطان کی خباثت ملائکہ کے سامنے نمایاں ہوگئی۔

ایک طرف تو شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت پسند نہ آئی دوسری طرف ملائکہ نے یہ دلیل پیش کی کہ یا اللہ ہم ہر وقت تیری تسبیح وتہلیل کرتے ہیں لہٰذا شاید ان کے اس کہنے کا مقصد خلافت اور قربت الٰہی کا حصول ہو۔

قارئین نوٹ کیجئے:

شیطان کے سیدنا آدم علیہ السلام سے خلافت چھیننے کے جذبے کو اللہ تعالیٰ نے اس کی اندرونی خباثت کی بدولت رد فرمایا شیطان بلاشبہ اس سے پہلے ایک بڑا عالم تھا لیکن روحانیت سے محروم تھا اس لئے وہ مردود ٹھہرا۔

دوسری طرف رب کائنات نے ملائکہ کے ذکر وتسبیح میں مشغول ہونے کے باوجود انہیں حق خلافت عطا نہ کیا، کیونکہ خالی روحانیت ہو حکمت، بصیرت اور معاملہ فہمی نہ ہو تو پھر بھی قیادت صحیح طریقے سے سرانجام نہیں ہونے پاتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا فرشتوں کے ساتھ علمی موازنہ کروایا۔ اس میں فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے شکست کھائی اور علمی اعتبار سے پیچھے رہ گئے، پھر رب کائنات نے سب سے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو یعنی ان کی قیادت کو تسلیم کرو۔ قرآن کے مطابق تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر کے ان کے حق خلافت کو تسلیم کیا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے کمالات کے باوجود شیطان نے آپ کی فضیلت کو تسلیم نہ کیا۔ معلوم ہوا کہ کسی کے علمی کمالات اور قائدانہ صلاحیتوں کو جاننے کے باوجود تسلیم نہ کرنا شیطانی کردار ہے۔ اور صلاحیتوں کا اقرار کرنا ملکوتی کردار ہے۔

قرآن کی رو سے قیادت کا حقدار وہ ہے جو جامع کمالات رکھتا ہو۔ ایک طرف روحانی

Marfat.com

پیکر ہو اور دوسری طرف دنیاوی معاملات کی سمجھ بوجھ بھی رکھتا ہو۔ فقط صوفی یا محض دنیا دار قیادت کے تقاضے نہیں نبھا سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ بنایا تو اس کا وجود بھی مٹی سے بنایا چنانچہ وہی زمین کے علوم ومسائل سے آگاہ ہوسکتا تھا شیطان آگ سے بنا ہے اسے کیا خبر تھی کہ زمین کے حالات کیا ہیں؟ مٹی کے کمالات کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے مٹی پر مبنی زمین میں خلیفہ بھی مٹی سے بنایا اس سے معلوم ہوا کہ غریبوں کا قائد غریبوں ہی میں سے ہونا چاہیے جاگیردار یا وڈیرے کو غریبوں کے مسائل اور مشکلات کا اندازہ ہونا ممکن نہیں غریب ہی سمجھ سکتا ہے کہ غربت کیا ہے۔

اس تمام تر گفتگو کا مقصود یہ ہے کہ قیادت صرف اس کا حق ہے جو عبد صالح بھی ہو عالم بھی ہو روحانیت کو بھی جانتا ہو جذبہ ہمدردی سے سرشار ہو اور پیکر حکمت بھی ہو۔

اسلام میں سیاسی جدوجہد کا مقصد محض حکومت واقتدار کا حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد زمین میں ان قوانین کو بزور بازو لاگو کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی شکل میں انسانیت کو عطا فرمائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سیاست ودین کا آپس میں ایسا رشتہ ہے جیسے جسم روح کا۔ اگر جس سے روح نکل جائے تو جسم ناکارہ ہے اسی طریقے سے اگر وجود سیاست، روح مذہب سے محروم ہو تو وہ مردہ ہے اس سیاست کو شیطانیت کا نام دیا جائے گا بقول اقبال۔

جلال بادشاہی ہو یا جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ہمارے ملک میں اس وقت چنگیزی ہے۔ اور ایک اچھی سیاسی اور انقلابی کوششوں سے اس چنگیزی سے قوم کو نجات دلانا ہم پر فرض ہو چکا ہے۔

بندہ ناچیز کے نزدیک قیادت کے لیے عابد، متقی، صاحب علم و دانش، صاحب بصیرت، صحیح العقیدہ اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم قائد کی ضرورت ہے اس کے علاوہ امت کے مسائل کا کوئی حل نہیں اور امت کا نکتہ اتحاد محبت رسول ہونا چاہئے۔

Marfat.com

بائیسویں کرن

لُعُمَ

Marfat.com

لُکَع

میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ لفظ 'لکع' سے اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ پیارا نام وہ نام ہے جسے حسین رضی اللہ عنہ سے پیار کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چن لیا تھا۔ ہم بھی اپنے بچوں کو پیار سے چاند، بیو وغیرہ کہا کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں فرماتے تھے لکع کہاں؟ پس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ کی گود میں آ پڑے اور حضور کی داڑھی مبارک سے بازی کرنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منہ مبارک کھولا اور اپنا منہ مبارک ان کے منہ میں دیا اور دعا کی کہ اے اللہ میں اس سے پیار کرتا ہوں تو بھی اس سے پیار کر اور جو اس سے پیار کرے تو اسے بھی پیارا رکھ۔

دنیا میں دکھوں کی داستانیں اور ظلم و جور کی کہانیاں ہزاروں ہو چکیں اور ہزاروں ہوں گی لیکن حسین رضی اللہ عنہ کی داستان ہر آنکھ کو پر نم اور ہر دل کو افسردہ کر دیتی ہے۔

کانٹے پھول کی حفاظت کیلئے ہوتے ہیں اور اگر وہی کانٹے نرم و نازک پھول کو چبھنا شروع ہو جائیں تو اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پھول کہا یعنی دنیائے چمن میں گلشن نبوی کے دو پھول ہیں ایک حسن اور دوسرا حسین عام گلشن کے پھولوں سے کتنا پیار کیا جاتا ہے انہیں گلدستوں اور گلدانوں میں سجایا جاتا ہے ان کی مہک سے دل کو فرحت کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ ظلم پہ ظلم یہ ہے کہ جن ظالموں نے غیظ وغضب کے کانٹے بن کر چمن مصطفوی کے ایک حسین و جمیل پھول حضرت امام حسین کا بدن نازک تر چھلنی کیا آج کچھ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کہلاتے ہیں لیکن حسین رضی اللہ عنہ جیسے پیارے پھول میں چبھنے والے کانٹے یزید کو پھول ہی سمجھتے ہیں۔

انہیں یہ خبر نہیں کہ حسین کون ہے؟

حسین رضی اللہ عنہ کا مقام اور عظمت کیا ہے؟

Marfat.com

حسین وہ ہے جس کا لعاب دہن سرکار نے ایسے چوما جیسے کھجور چوسی جاتی ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ وہ ہے جس کی بابت کملی والے نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

حسین رضی اللہ عنہ وہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سواری کی۔

حسین رضی اللہ عنہ وہ ہے جس کے رونے کی آواز سن کر آپ سید فاطمۃ الزہرا کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کیا تم نہیں جانتی کہ ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ وہ جو مسجد میں تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کو چھوڑ کر انہیں اٹھالیا۔ حسین رضی اللہ عنہ وہ ہے کہ جب وہ دوڑے کعبہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس وقت تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو پیارے ہیں۔

حسین رضی اللہ عنہ وہ ہے جسے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو خوشی ہو کہ وہ جنت کے نواجوانوں کے سردار کو دیکھ لے تو وہ حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

حق، حق ہے اور باطل، باطل ہے ان کے مابین نہ تو کبھی سمجھوتہ ہوا ہے اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔ حق سے ٹکراؤ اور حق سے مقابلہ کرنا اور حق کے خلاف صدا بلند کرنا یہ حق کا کام نہیں یہ باطل کا کام ہی ہوسکتا ہے۔ اگر یزید حق پر ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کبھی بھی اس کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرتے۔ ہاتھ میں ہاتھ دینے کا معنی ساتھ دینا ہے اور جو ظالم کا ساتھ دے وہ خود ظالم سے کم نہیں ہوسکتا۔ یزید نے اسلام کے قوانین کی نہ لاج رکھی اور نہ ہی انہیں تہہ دل سے قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ واضح فرمادیا ہے کہ اس شخص سے ظالم کون ہوسکتا ہے؟ جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے یزید نے اسلام کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا تھا۔ کعبۃ اللہ پر سنگ زنی کی مدینہ منورہ کو لوٹ کھسوٹ کا نشانہ بنایا گیا بعض لوگوں کے نزدیک یزید کو واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بہت صدمہ پہنچا۔ اگر اسے واقعتاً صدمہ پہنچتا اور قتل حسین رضی اللہ عنہ کو وہ جرم سمجھتا تو اس جرم کی سزا ابن زیاد کو ضرور دیتا مگر

Marfat.com

اس نے ایسا نہ کیا۔ فقط ٹسوے بہانا، اور ہائے خدا ابن زیاد کا برا کرے یعنی زیاد کو برا بھلا کہنا یہ یزید کی سیاسی چال تھی کیونکہ اسے علم تھا کہ یہ واقعہ معمولی نہیں اس کی حکومت کیلئے یہ مہلک ثابت ہوسکتا ہے لہٰذا ایسا سیاسی بیان جاری کرنا مقصود تھا تا کہ لوگوں کو بیوقوف بنایا جائے اور اس کی سیاسی ساکھ کو نقصان نہ پہنچے۔

یزید اور حسین رضی اللہ عنہ دو الگ الگ کردار ہیں، یزیدیت بھی کردار کا ایک رخ ہے اور حسینیت بھی کردار کا ایک الگ پہلو۔

جو لوگ یزید کو امیر المومنین، واقعہ کربلا سے بری الذمہ اور جنتی کہتے ہیں ان کیلئے درج ذیل سوالات چھوڑتا ہوں۔

۱

جس بادشاہ کے وزراء و گورنر ظلم کی انتہا کر دیں تو ظالم اصلی کون ہوگا بادشاہ یا اس کے وزیر اور باوجود ہونے کے بادشاہ یا امیر اپنے کارندوں کو ظلم پر سزا نہ دے تو بڑا ظالم کس کو سمجھا جائے گا؟

۲

تاریخ کی بعض کتب سے ظاہر ہے کہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا نے یزید کے اچھے سلوک کو دیکھ کر (جو کہ اس نے سیاسی چال کے طور پر کیا) کہا کہ میں نے یزید سے اچھا کافر نہیں دیکھا، کیا تمہیں سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان پر یقین نہیں؟

۳

ایمان سے کہو کہ کیا تقوے طہارت، دینداری اور صفات اخلاق و اطوار اور قائدانہ صلاحیتوں کے اعتبار سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید سے کئی گناہ بڑھ کر تھے یا نہیں؟ اگر تھے تو اللہ کا حکم ہے کہ امانتیں ان لوگوں کو دی جائیں جو ان کے حقدار ہیں، کیا اللہ کے اس حکم کے مطابق یزید پر لازم نہیں تھا کہ وہ خلافت جیسی عظیم امانت کو ان کے سپرد کر دیتا۔ اس نے ایسا نہیں کیا، تو کیا وہ بد دیانت اور غاصب نہیں؟

Marfat.com

۴

اگر تم یزید کو امیر المومنین اور جنتی سمجھتے ہو تو کیا تم نے اپنے بچوں کا نام کبھی یزید رکھا ہے یا رکھتے ہو؟ اگر تمہیں یہ نام پسند نہیں تو آخر کیوں؟ ہم تو بڑے فخر سے اپنے بچوں کا نام حسین رکھتے ہیں۔

۵

یزید کو جنتی بنانے کے واسطے تمہیں حدیث قسطنطنیہ تو بڑی یاد ہے مگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر ظلم کی بابت بھی کچھ یاد ہے؟ اولاً تو یزید قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا اور اگر بالفرض تمہارے خیال میں وہ شریک ہوا تھا تو بعض اوقات کل سے بعض افراد خارج ہو سکتے ہیں اور کل کا حکم باقی رہتا ہے کیونکہ منطق کے مطابق للاکثر حکم الکل یعنی کل کا حکم اکثریت کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے بارے میں فرمایا کہ ''خلق الانسان من علق'' یعنی اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام اس سے خود بخود خارج ہیں وہ نطفے سے پیدا نہیں ہوئے۔ اسی طرح یزید کے جنتی نہ ہونے سے حدیث قسطنطنیہ اپنے حکم پر باقی رہے گی۔

حدیث میں ہے من قال لاالہ الا اللہ فدخل الجنۃ ''جس نے لاالہ الا اللہ کہا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کیا تمہارے نزدیک قادیانی جنت میں جائیں گے یا نہیں کیونکہ وہ بھی لاالہ الا اللہ پڑھتے ہیں اگر وہ لاالہ الا اللہ پڑھنے کے باوجود مرتد ہونے کی وجہ سے جنت کے حقدار نہیں تو کیا یزید قسطنطنیہ کی مہم میں شریک ہونے کے باوجود۔ قتل حسین رضی اللہ عنہ المدینۃ الرسول اور حرم پاک کی بے حرمتی کی وجہ سے جنت سے محروم نہیں ہوسکتا؟

Marfat.com

۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین کو اپنے بدن کا ٹکڑا کہا ہے مثال کے طور پر ہاتھ ہمارے بدن کا ٹکڑا ہے اگر ہاتھ کاٹا جائے تو بدن کو دکھ نہیں ہوگا؟ پھر قتل حسین رضی اللہ عنہ سے تاجدار انبیاء کو کتنا صدمہ پہنچا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۷

میری آخری گزارش تم سے یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں یزید کے ساتھ اٹھائے اور اگر یہ دعا کرنے کیلئے تم تیار نہیں تو تمہاری منافقت واضح ہے ہم تو بار بار دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھائے اس سے بڑھ کر اور خوش نصیبی کیا ہے؟

☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

ہر دور میں تعلیم کی کمی کے ساتھ ساتھ عالم فاضل لوگ بھی موجود رہے ہیں۔ موجودہ دور میں جہاں بے شمار علماء موجود ہیں ان میں سیّد ہارون شاہ ہاشمی کا اپنا مقام ہے تحریر ہو یا تقریر، ہاشمی صاحب کا اپنا انداز ہے جن کو سن کر اور پڑھ کر لوگ محسور ہو جاتے ہیں۔ میں نے ہاشمی صاحب کی کتب کو پڑھا اور کیسٹوں کو سنا، دل پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

پروفیسر طالب حسین طالب
گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج نارووال
سابق لیکچرار اپیکسن کالج لاہور

Marfat.com